قسم کی مصیبت سے متعلق قیمتی پتھر

الجوھر الثمین فی علل نازلۃ الیمین

۱۳۳۰ھ

تصنیف لطیف:۔

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمۃ

رسالہ

الجوھر الثمین فی علل نازلۃ الیمین[۱۳۳۰ھ]

(قسم کی مصیبت سے متعلق قیمتی جوھر)

مسئلہ ۲۱۴: از شمس آباد ضلع اٹک مرسلہ جناب مولٰنا مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب ۱۱ محرم شریف ۱۳۳۰ھ

چہ می فرمایند علمائے دین اندریں مسئلہ کہ زید از پسر خود بوجہ امرے خلاف مرضی ناراض شدہ زن خود را گفت کہ اگر ایں پسر مرا درخانہ گذاشتی تو برمن سہ طلاق طلاق ہستی باز بعد از چند مدت بوجہ عذر خواہی پسرش زید خود ازاں پسر راضی شد و درخانہ گذاشت و زن او چیزے از لا و نعم نگفت آیا آں زن بر زید طلاق شد یانہ؟ بیّنوا توجروا۔

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ زید کسی ناپسندیدہ معاملہ پر اپنے بیٹے سے ناراض ہُوا تو زید نے اپنی بیوی کو کہا اگر تُو نے میرے اس بیٹے کو گھر میں چھوڑا تو مجھ پر تُو تین طلاق ہے، پھر کچھ مدت کے بعد بیٹے کی معذرت خواہی پر زید اپنے اس بیٹے سے راضی ہوگیا اور گھر میں آنے دیا، بیٹے کے گھر آنے پر زید کی بیوی نے بیٹے کو کچھ نہ کہا، نہ ہاں اور نہ ہی نہ کہا، تو کیا اس صورت میں زید کی بیوی کو طلاق ہوگئی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ اللھم ھدایۃ الحق والصواب ۔ الحمد للہ رب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ یا اللہ! تجھ سے ہی حق وصواب میں رہنمائی ہے ۔ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو

العلمین، وافضل الصلوٰۃ والسلام علی السید الامین، الذی قال لہ ربہ فسلٰم لک من اصحٰب الیمین، اجلہ اجلالا وعززہ تعزیزا وجعل تعلیقات مواعید فضلہ فی حق امتہ تنجیزا صلی اللہ تعالٰی وسلم علیہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ المیامین، عدد کل بر وفاجر وبر وحنث وعہد ویمین، اٰمین!

فقیر غفرلہ المولی القدیر دریں مسئلہ نگاہ تنقیح راجولاں دادم وبقدر قدرت وفرصت دور فرستادم عدم طلاق را وجہے کہ ثلج صدر دہد نیافتم بجانہ گزاشتن ترک وتخلیہ است واو بدو وجہ منتفی شود منع بالفعل یا نہی بالقول واینجا بتصریح سوال ہر دو نافی منتفی پس نفی منتفی پس تخلیہ کہ شرط حنث بود روئے نمود وسہ طلاق لازم شد در فتاوٰی امام اجل قاضی خاں کتاب الایمان مسائل الیمین علی الترک است رجل اٰجر دارہ سنۃ ثم قال للمستاجر واللہ لا اترکک فی داری ثم قال لہ اخرج من داری یصیر بارا[1]، ہمچناں در عقود الدریہ از

سب جہانوں کو پالنے والا ہے، بہترین صلوٰۃ وسلام اس آقا امین پر جس کو اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے حبیب! آپ کے لئے دائیں جانب والے اصحاب کی طرف سے سلام ہے، اور اس کو انتہائی بزرگیوں سے نوازا اور اس کو اعلٰی اعزاز عطا فرمایا اور اس نے اپنے فضل کے مشروط وعدوں کو آپ کی امت کے حق میں غیر مشروط فرمایا، اللہ تعالٰی کی رحمتیں اور سلام آپ پر اور آل واصحاب پر جو دائیں جانب والے ہیں، ہر نیک وبد اور پورا کرنے والے اور توڑنے والے اور عہد وقسم کی تعداد کے برابر ہو، آمین!

اس فقیر (اللہ تعالٰی اس کی مغفرت فرمائے) نے اس مسئلہ میں چھان بین کے لئے نظر دوڑائی اور اپنی ہمت اور فرصت کے مطابق دور گہرائی تک پہنچا، تو طلاق نہ ہونے کی کوئی اطمینان بخش وجہ نہ پائی۔ گھر میں چھوڑنا، جس کا مطلب ترک کردینا اور علیحدہ ہونا ہے، اور یہ ترک وعلیحدہ ہونا دو طریقوں عملاً منع کرنے یا زبانی بات کے ذریعے روکنے سے منتفی ہوسکتا ہے اور یہاں پر سوال سے واضح ہورہا ہے کہ بیوی نے بیٹے کو دونوں طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ سے بھی منع نہیں کیا، تو جب منع کرنا منتفی ہے تو تخلیہ وترک متحقق ہوگیا جو حنث کے لئے شرط قرار دی تھی، تو اس تخلیہ کے پائے جانے سے بیوی کو تین طلاقیں لازم ہوگئی ہیں،

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں مسائل الیمین علی الترک نولکشور لکھنؤ ۲/ ۲۹۶

فتاویٰ صغریٰ است باز در خانیہ فرمود رجل
حلف ان لایدع فلانا یدخل
هذه الدار فان کانت الدار للحالف
فمنعه بالقول ولم یمنعه بالفعل
حتی دخل حنث فی یمینه
فیکون شرط برہ المنع بالقول
والفعل بقدر ما یطیق وان
لم تکن الدار للحالف فمنعه
بالقول دون الفعل حتی لو دخل
لایکون حانثا[1] باز فرمود رجل
حلف بطلاق امرأته ان لا یدع
فلانا یمر علی هذه القنطرة فمنعه
بالقول یکون بارا لانه لایملك
المنع بالفعل[2] باز فرمود رجل
قال لابنه ان ترکتك تعمل مع فلان
فامرأته کذا فان کان الابن
بالغا لایقدر علی منعه بالفعل
فمنعه بالقول یکون بارا وان
کان الابن صغیرا کان شرط
برہ المنع بالقول والفعل جمیعا[3] و
در بزازیہ چنانست قال لابنه الکبیر
ان ترکتك تعمل مع فلان فهو
علی المنع بالقول ولو صغیرا فعلی

امام اجل قاضی خاں کے فتاویٰ کے کتاب الایمان میں
ترک پر قسم کے مسائل میں ہے کہ ایک شخص نے اپنا
گھر ایک سال کے لئے کرایہ پر دیا تو پھر اس نے
کرایہ دار کو کہا خدا کی قسم میں تجھے اپنے گھر میں نہ چھوڑونگا
یہ کہہ کر پھر اس نے کرایہ دار کو زبانی کہا تو میرے گھر سے
نکل جا، تو اس کہنے پر وہ مالک قسم میں سچا ہوگیا
اور اس نے اپنی قسم پوری کرلی۔ اسی طرح عقود الدریہ
میں فتاویٰ صغریٰ سے منقول ہے اور پھر خانیہ میں
فرمایا کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ "میں فلاں کو اس گھر
میں داخل نہ ہونے دوں گا" تو اگر یہ گھر قسم کھانیوالے
کی ملکیت ہو تو اس نے اس کو زبانی منع کیا اور عملاً
منع نہ کیا، پس وہ شخص اس گھر میں داخل ہوگیا تو قسم
کھانے والے کی قسم ٹوٹ گئی کیونکہ گھر کا مالک ہونے کی وجہ سے اس
کی قسم پوری ہونے کے لئے ضروری تھا کہ وہ زبانی اور عملی دونوں
طریقوں سے حسب طاقت منع کرتا اور اگر وہ گھر قسم کھانے والے کی
ملکیت نہ ہو تو اس کو زبانی منع کیا اور عملاً منع نہ کیا حتی کہ اگر وہ
شخص اس مکان میں داخل ہوگیا تو حانث نہ ہوگا، خانیہ
میں پھر فرمایا کہ ایک شخص نے بیوی کی طلاق کی قسم کھائی
کہ وہ فلاں شخص کو اس پل سے نہ گزرنے دے گا، پھر
اس نے زبانی اس کو گزرنے سے روکا، تو اس کی
قسم پوری ہوگئی کیونکہ وہ اس کو عملاً منع کرنے پر قادر
نہ تھا۔ پھر فرمایا ایک شخص نے اپنے بیٹے کو کہا
اگر میں تجھے فلاں کے ساتھ کام کرنے کے لئے چھوڑوں

۱؎ و ۲؎ و ۳؎ فتاویٰ قاضی خاں مسائل الیمین علی الترک نولکشور لکھنؤ ۲/۲۹۶

القول والفعل[1] باز در خانیہ فرمود ولو قال ان ترکت فلانا یدخل بیتی فامرأته کذا فدخل فلان ولم یعلم به الحالف لایحنث وان علم ولم یمنعه حنث[2] در فتح القدیر آخر ایمان ست حلف لا اترك فلانا یفعل کذا کلا یمس اولایذهب اولا یدخل یبر بقوله له لا تفعل لاتخرج لا تمس اطاعه او عصاه[3] در عقود الدریہ است حلف بالطلاق علی اخته البالغة لا اخلیك تسکنین مع حماتك فی الدار فحیث لاتکن الدار للحالف فمنعها بالقول دون الفعل لایحنث[4] کذا فی الخانیة والبزازیة ورسائل العلامة الشرنبلالیة دراں از قنیہ است حلف لیخرجن ساکن دارہ الیوم والساکن ظالم غالب یتکلف فی اخراجه فان لم یمکنه فالیمین علی التلفظ باللسان[5] در عالمگیریہ است

تو میری بیوی کو طلاق، تو اگر بیٹا بالغ ہو جس کو عملاً نہ روک سکتا ہو تو اس کو صرف زبانی منع کرنے پر قسم پُوری ہوجائیگی، اور اگر بیٹا نابالغ ہو تو پھر قسم پورا ہونے کے لئے زبانی اور عملی دونوں طرح منع کرنا شرط ہوگا۔ اور بزازیہ میں یوں ہے کہ اگر بیٹا بالغ ہو تو پھر صرف زبانی منع کرنا قسم پورا ہونے کیلئے شرط ہے اور اگر بیٹا نابالغ ہو تو پھر زبانی اور عملی دونوں طریقوں سے منع کرنا شرط ہوگا۔

پھر خانیہ میں فرمایا کہ اگر کسی نے یوں کہا اگر میں فلاں کو اپنے گھر داخل ہوتا چھوڑوں تو میری بیوی کو طلاق، پس وُہ شخص اس کی لاعلمی میں داخل ہوگیا تو حانث نہ ہوگا، اور اگر اس کے داخلے پر علم ہوا اور منع نہ کیا تو حانث ہوگا۔ فتح القدیر میں قسموں کے بیان کے آخر میں ہے کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں فلاں کو اس کام پر نہ چھوڑوں گا، مثلاً گزرنے نہ دُوں گا، جانے نہ دُوں گا، داخل نہ ہونے دوں گا، تو صرف زبانی 'نہ کر، نہ داخل ہو، نہ گزر' کہہ دینا قسم کو پورا کرنے کیلئے کافی ہے وہ مانے یا نہ مانے۔ عقود الدریہ میں ہے ایک شخص نے طلاق کی قسم کھاتے ہوئے اپنی بالغ بہن کو کہا میں تجھے گھر میں تیرے دیوروں کے ساتھ تجھے رہتا نہ چھوڑوں گا، تو جب وُہ گھر قسم کھانے والے کا نہ ہو تو پھر زبانی روکنا مراد ہوگا عملاً روکنا مراد نہیں ہوگا تو زبانی روک دیا تو قسم پوری ہوجائیگی۔

[1] فتاوٰی بزازیہ علی حاشیۃ فتاوٰی ہندیہ کتاب الایمان نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۵۰
[2] فتاوٰی قاضی خاں مسائل الیمین علی الترک نولکشور لکھنؤ ۲/ ۲۹۷
[3] فتح القدیر کتاب الایمان مسائل متفرقہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۴۷۴
[4] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ کتاب الطلاق قندھار، افغانستان ۱/ ۳۸
[5] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/ ۵۰

اذ قال ان ترکت فلانا یدخل ھذہ الدار فامرأتی طالق فان کان الحالف یملک ھذہ الدار فشرط برّہ ان یمنعہ عن الدخول بالقول والفعل ھکذا ذکرہ الصدر الشہید رحمہ اللہ تعالٰی فی واقعاتہ وفی النوازل شرط برّہ ملک المنع ولم یعترض لملک الدار فقال ان کان الحالف یملک منعہ عن الدخول فھو علی النھی والمنع جمیعا وان کان لایملک منعہ فھو علی النھی دون المنع وکان شیخ الامام ظھیر الدین یعتبر ملک المنع وعلیہ الفتوٰی[1]

یُوں خانیہ، بزازیہ اور علامہ شرنبلالی کے رسائل میں ہے اور اس میں قنیہ کے حوالے سے ہے کہ ایک نے قسم کھائی کہ میں آج فلاں رہائشی کو ضرور نکال باہر کروں گا، تو وُہ رہائشی ظالم اور غالب ہو جس کو نکالنا مشکل ہو تو پھر نکالنے سے مراد زبانی کہنا ہوگا، لہذا زبانی کہہ دینا کہ نکل جا، قسم کے پورا ہونے کے لئے کافی ہے۔ عالمگیریہ میں ہے کسی نے کہا اگر میں فلاں کو اس گھر میں داخل ہوتا چھوڑ دوں تو میری بیوی کو طلاق، تو اگر گھر اس کی ملکیت ہو تو پھر قسم پورا ہونے کے لئے زبانی اور عملی دونوں طرح منع کرنا ضروری ہے، اس کو صدر الشہید رحمہ اللہ تعالٰی نے اپنی کتاب واقعات میں یونہی ذکر فرمایا ہے، اور نوازل میں ہے قسم پورا کرنے کے لئے منع کی قدرت شرط ہے انھوں نے گھر کی ملکیت کا ذکر نہیں فرمایا اور یوں کہا کہ اگر قسم کھانے والا اس کو دخول سے منع کرسکتا ہے تو پھر زبانی اور عملی دونوں طرح منع مراد ہوگا، اور اگر وُہ دخول سے روکنے پر قادر نہ ہو تو پھر صرف زبانی منع مراد ہوگا، اور امام شیخ ظہیر الدین منع کی قدرت کا اعتبار کرتے ہیں اور اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

اقول اینجا تنبیہ باید بر امور **اولاً** عبارات علما چنانکہ دیدی درمسئلہ عدم ترک فلاں مثلاً نگزارم کہ بخانہ آید بر رنگہائے مختلف آمدہ امام صدر شہید اعتبار ملک دار فرمود کہ اگر خانہ خانہ اوست منع بقول وفعل کند اگر تنہا نہی زبانی عمل نماید حانث شود ہمیں است نص دوم امام قاضی خاں آرے اگر خانہ ملک او نیست منع زبانی بس است، وامام فقیہ ابو اللیث ملک منع رامعتبر داشت کہ اگر بزور باز داشتن تواند مجرد نہی کفایت نکند گو خانہ خانہ اش مباش ورنہ کافی است گو خانہ خود از آں او باشد امام ظہیر الدین ہمبریں فتوی داد ونص اول امام قاضی خاں و

اقول (میں کہتا ہوں) یہاں چند امور پر تنبیہ ضروری ہے **اوّل** جیسا کہ آپ نے دیکھا عدم ترک فلاں، یعنی فلاں کو نہ چھوڑوں گا کہ وُہ گھر میں آئے، کے مسئلہ میں علماء کرام کی عبارات مختلف ہیں، امام صدر شہید گھر کے مالک ہونے کا اعتبار کرتے ہیں کہ اگر گھر اس کا اپنا ہے تو پھر زبانی اور عملی دونوں طرح سے روکے، اور اگر صرف زبانی روکا تو حانث ہوجائے گا، اور امام قاضی خاں کی دوسری نص بھی یہی ہے، ہاں اگر گھر اس کا اپنا نہ ہو تو پھر زبانی روکنا کافی ہے، اور امام فقیہ ابو اللیث نے روکنے کی قدرت واختیار کو معتبر رکھا ہے کہ اس

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمۃ ان الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۳۶

امام حسام الدین در فتاوٰی صغرٰی مسئلہ خود در دار مملوکہ حالف وضع فرمود وعلی الاطلاق بر نہی زبانی اقتصار نمود وہمیں ست قضا ونص مذکور فتح القدیر، و در بزازیہ جائے دار پسر فرق بصغیر وکبیر فرمود کہ صغیر را باز داشتن بقول وفعل جمیعا لازم است وکبیر را تنہا بقول واز نص چہارم خانیہ تقیید مستفاد ست کہ اگر بر کبیر قدرت منع بالفعل نہ باشد منع بالقول ست و در نص سوش در حق اجنبی مطلقا منع قولی گرفت کہ منع فعلی نمی تواند فقیر گویم بحقیقت اینجا ہیچ اختلاف نیست اصل سخن آن ست کہ در خانیہ بآں اشارہ رفت کہ قدر ما یطیق پیداست کہ ہر کہ گفت فلاں را بخانہ نگزارم و قادر بود بر اخراج او گرچہ خانہ خانۂ دیگرے باشد وایںکس باجارہ یا اعارہ وغیرہما آنجا می ماند واگرچہ آںکس پسر بالغ یا اجنبی بود چوں طاقت خود را بکار برد تنہا بیکبار گفتن کہ میا، یا بیروں شو قناعت در زید قطعا او را بخانہ گزاشت وحانث شود و ہر کہ نتواند گو خانہ خانہ اش باشد و آںکس پسر صغیر، مثلاً حالف مقعد یا زمن یا مفلوج ست و پسر سیزدہ چہاردہ سالہ شریر کہ سر بفرمان ننہد لاجرم اینجا ہمیں نہی بقول کافی بود در خانۂ خودش غالب اختیار کلی باشد و احکام فقہیہ نظر بغالب دارد ازینجہت امام صدر شہید آں تفرقہ فرمود کہ تعبیر اصل بمظنہ نیست[1] در زمن متاخر

صورت میں اگر طاقت سے روک سکتا ہے تو پھر زبانی روکنا کافی نہیں ہے اگرچہ وُہ گھر اپنا نہ بھی ہو ورنہ صرف زبانی روکنا کافی ہے اگرچہ گھر اپنا ہی ہو، امام ظہیر الدین نے اسی پر فتوٰی دیا ہے۔ امام قاضی خاں کی پہلی نص اور امام حسام الدین نے فتاوٰی صغرٰی میں اپنا یہ مسئلہ، قسم اٹھانے والے کے اپنے گھر کے متعلق بیان کیا اور وہاں اُنھوں نے مطلقاً زبانی روکنے پر اقتصار فرمایا اور یہی فتح القدیر کا فیصلہ اور نص ہے، اور بزازیہ میں بیٹے کے معاملہ میں صغیر وکبیر کا فرق کیا ہے کہ اگر بیٹا صغیر ہو تو زبانی اور عملی دونوں طرح گھر سے روکنا ضروری ہے اور اگر کبیر ہو تو پھر صرف زبانی روکنا کافی قرار دیا ہے، اور خانیہ (قاضی خاں) کی چوتھی نص میں یہ تقیید عیاں فرمائی کہ اگر کبیر بیٹے پر عملاً روکنے کی قدرت نہ ہو تو تب زبانی روکنا کافی ہوگا، اور ان کی تیسری نص اجنبی شخص کے متعلق ہے کہ اس کو مطلقاً زبانی روکنا ہی کافی ہو گا کیونکہ عملی طور پر اجنبی کو روکنا ممکن نہیں ہے۔ میں فقیر کہتا ہوں کہ حقیقتاً یہ اختلاف نہیں ہے بلکہ اصل حقیقت وُہ ہے جس کی طرف خانیہ میں اشارہ گزرا کہ قدرت کے مطابق روکنا مراد ہے، ظاہر ہے کہ جو یہ کہتا ہے کہ میں فلاں کو گھر میں نہ چھوڑوں گا تو اگر وہ اس کو نکالنے پر قادر ہو گھر اس کا اپنا ہو یا نہ ہو بلکہ کرایہ دار ہو یا عاریۃً ہو جو بھی صورت رہنے کی ہو تو جس کے متعلق یہ کہا وُہ بیٹا بالغ ہو یا کوئی اجنبی ہو اس کو روکنے کی

---

[1] مسودہ میں بیاض ہے۔

اختیار تمام جز بر اطفال صغار نماند لہذا
تفریق صغیر و کبیر کردند کہ نیز از جہان داری آست
دیگران نظر بفساد زمان گفتند کہ غالبا منع
بتدافع و تدافع بتضارب انجامد و آتش فتنہ
سر بالا کشود و الفتنۃ اشد من
القتل لہذا از سر اقتصار بر نہی
کردند و مراد جملہ یکے و باللہ التوفیق
بالجملہ بریں قدر اتفاق ست کہ نگذاشتن
را کم از کم بزبان باز داشتن ناگزیر ست
ہر کہ ایں را گذاشت بالاتفاق گذاشت
اینجا اگر زن آں پسر را برآوردن توانست
آخر کم نہ ازاں کہ یکبار گفتی میا یا بیروں
رو و محلش نہ بود مگر اول وہلہ چوں آں گاہ
خموشی گزید گذاشتن حاصل شد و طلاق
نازل باز منع بے سود و لاطائل و اگر آں
وقت یکبار منع کردی سوگند منتہی شدے
کہ مصدر بکلمہ کلما نبود پس ازاں ترک
اگرچہ مستمر ماندے زیاں نہ رساندے
وکل ذٰلک واضح مما قدمنا
من نصوص العلماء اقول
والسر فیہ ان التخلیۃ
عدمیۃ لانہا عدم النہی
والتعرض وقد اثبتت
فی الشرط فیکون منفیۃ
ونفی النفی اثبات و

طاقت رکھتا ہے تو پھر زبانی روکنا کافی نہ ہوگا کہ ایک
بار زبانی منع کردے اور کہے کہ یہاں نہ آیا باہر ہو جا،
بلکہ عملی اور زبانی ہر طرح روکنا ہوگا ورنہ اندر چھوڑا تو
قطعاً حانث ہو جائے گا، اور جو روکنے پر قدرت
نہیں رکھتا گو وہ گھر اس کا اپنا ہو اور بیٹا بھی صغیر ہو
تو زبانی روکنا ہی کافی ہے، مثلاً قسم کھانے والا اپاہج
ہو یا معذور ہو یا مفلوج ہو اور بیٹا تیرہ چودہ سال کا
شریر ہو کہ فرمانبرداری نہیں کرتا، تو ایسی صورت میں
مجبوراً زبانی روکنا ہی کافی قرار پائے گا، چونکہ اپنے ذاتی
گھر میں کلی اختیار رہنا اغلب ہے اور فقہی احکام کا
مدار بھی غالب امور پر رہتا ہے اس لئے امام صدر شہید
نے اپنے اور غیر گھر کا فرق ذکر کیا ہے ورنہ یہ قاعدہ کا
بیان نہیں ہے، اور چونکہ آخر زمانہ میں باپ کو صرف
صغیر بیٹے پر ہی کلی اختیار رہتا ہے اس لئے فقہاء کا
صغیر و کبیر بیٹے کا فرق بیان کرنا بھی اسی وجہ سے ہے،
دوسرے فقہاء نے زمانہ کے فساد کو ملحوظ رکھتے ہوئے
صرف زبانی روکنے کو ذکر کیا کیونکہ اغلب طور پر روکنے
کے لئے عملی رکاوٹ ضروری ہوتی ہے اور عملی رکاوٹ
مار پیٹ سے ہوتی ہے جبکہ اس سے فتنہ کی آگ بھڑک
اٹھتی ہے اور فتنہ قتل سے بھی برا ہے۔ اس لئے تمام
عبارات کا ماحاصل ایک ہی ہے، یہ توفیق بیان اللہ
تعالٰی کی طرف سے ہے۔ تاہم خلاصہ یہ ہے کہ نہ چھوڑنے
کے لئے کم از کم زبانی روکنا ضروری ہے، تو جب کسی نے
زبانی روکنے کا عمل بھی نہ کیا تو گویا اس نے چھوڑا۔ تو
زیر بحث مسئلہ میں بیوی اگر بیٹے کو عملاً باہر نہیں نکال سکی تھی

الاثبات تکفی فیہ مرۃ کان قال ان لم تمنعی تطلقی ای ان منعت فلا فاذا نہت نحت والیمین قد انتہت۔

تو ایک بار زبانی یہ کہہ دینے سے تو عاجز نہ تھی کہ گھر میں مت آ، یا باہر جا، روکنے کا مقام ابتدائی مرحلہ میں ہوتا ہے جب ابتدار میں وہ خاموش رہی تو بیٹے کو گھر میں چھوڑنا متحقق ہوگیا اور طلاق کی وجہ پائی گئی اور طلاق ہوگئی، بعد میں منع کرنا اور روکنا بے سُود ہے اگر وُہ ابتدار میں ایک بار بھی زبان سے روک دیتی تو قسم ختم ہوجاتی کیونکہ قسم میں ہمیشگی کے لئے "کلّما" کا لفظ نہ تھا، ایک دفعہ روکنے کے بعد اگر نہ روکنا باقی رہتا تو کوئی حرج نہ تھا، یہ تمام گفتگو علمار کرام کے مذکورہ نصوص سے واضح ہے۔ **اقول** (میں کہتا ہُوں) اس میں نقطہ یہ ہے کہ تخلیہ یعنی لاتعلقی عدمی چیز ہے کیونکہ یہ، نہ روکنے اور نہ چھیڑنے کا نام ہے تو شرط میں اس تخلیہ کا اثبات کیا گیا جس سے یہ منفی بن گیا اور جب اس منفی کا ترک ہوا تو نفی پر نفی ہوجانے سے اثبات ہوگیا (یعنی نہ روکنے کا عدم ہوجانے سے روکنا متحقق ہوگیا) تو قسم کے پُورا ہونے کے لئے ایک دفعہ اثبات یعنی روکنا کافی ہے جس کا ماحصل یُوں ہوا، گویا اس نے بیوی کو کہا اگر تُو نے منع نہ کیا تو تجھے طلاق ہے یعنی اگر تُو منع کر دے تو طلاق نہ ہوگی تو جب وُہ منع کر دے تو طلاق سے بچ گئی اور قسم ختم ہوگئی۔ (ت)

ثانیًا اقول من قدر علی المنع بالفعل فاکتفی بہ کفی اذ لایصح ان یقال انہ ترک وخلی بل اتی بما ھو نہایۃ المعنی ومقصدہ الاعلی فلیس علیہ ان یجمع معہ القول جمعا فمایتوھم من ظاھر لفظ الواقعات والنوازل وثانی عبارات الخانیۃ ورابعھا والوجیز لیس مرادا قطعا۔

ثانیًا اقول (دوسری بار کہتا ہوں کہ) جو عملًا روکنے پر قادر ہو تو عملًا روکنے پر اکتفار کردینا کافی ہے کیونکہ اس عملی رکاوٹ پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اُس نے گھر میں اُسے چھوڑا اور اس سے لاتعلق رہا، بلکہ اُس نے شرط کا مقصد پُورا کر دیا اب اس پر زبانی منع کرنا لازم نہ رہا، تو واقعات اور نوازل اور خانیہ کی دُوسری اور چوتھی عبارت اور وجیز کی ظاہر عبارات سے جو وہم ہوتا ہے وہ قطعًا مراد نہیں ہے (ت)

ثالثًا اقول عند الفقیہ شرط برہ المنع فلفظ الملک وقع زائدا فی عبارۃ النوازل اما الملک ای القدرۃ فشرط

ثالثًا اقول (تیسری بار کہتا ہوں کہ) فقیہ ابواللیث کے نزدیک قسم پُورا کرنے کی شرط صرف روکنا ہے، لہذا نوازل کی عبارت "ملک المنع" میں "ملک" کا لفظ زائد ہے، لیکن اگر مِلک سے

انعقاد الیمین مطلقا وبقاء الموقتۃ خصوصا اذ بہ تصور البر ولیس الکلام فیہ بل فیما اذا اتی بہ برالان یقال انہ من وزان حصول الصورۃ ای المنع المملوك ای قدر ما قدر۔

مراد قدرت ہو تو یہ مطلقاً قسم بننے کے لئے ضروری ہے اور وقت سے مقید قسم کی بقاء کے لئے خصوصاً ضروری ہے کیونکہ اسی قدرت سے ہی قسم کو پورا کرنا متصور ہوتا ہے۔ لیکن ملک بمعنی قدرت میں یہاں بحث نہیں ہے بلکہ یہاں تو قسم کو پورا کرنیوالی چیز میں بحث ہے۔ ہاں اگر یُوں کہا جاسکتا ہے کہ یہ حصولِ مراد کا بیان ہے کہ جس قدر ممکن طور پر روکنے پر قدرت رکھتا ہو۔ (ت)

رابعًا اقول المنع یعم الفعلی والقولی کما تقدم عن عدۃ نصوص وقد یخص بالفعلی بقرینۃ المقابلۃ بالقولی وھو المراد فی کلام النوازل من قولہ یملك منعہ الی قولہ دون المنع والاول المراد فی قولہ او فی ملك المنع وکذا قول الھندیۃ اٰخرا فتثبت ولاتزل۔

رابعًا اقول (چوتھی بار کہتا ہوں کہ) روکنا عملی اور قولی دونوں طریقوں کو شامل ہے جیسا کہ متعدد نصوص میں پہلے مذکور ہوا ہے اور جبکہ اس کو قولی کے مقابلہ میں ذکر کیا گیا ہو تو اس قرینہ کی بناء پر صرف عملی روکنے کو خاص ہوگا اور نوازل کے کلام میں جہاں انھوں نے "یملك منعہ" کہہ کر اس کے بعد "دون المنع" تک عبارت ذکر کی، تو جہاں انھوں نے "منع کا مالک ہو" کہا وہاں پہلا معنی یعنی دونوں کو شامل مراد ہے اور جہاں انھوں نے "منع کا مالک نہ ہو" کہا وہاں دوسرا معنی یعنی صرف عملی منع مراد ہے، اسی طرح ہندیہ کا دوسرا قول ہے، تو ثابت قدم رہو اور تردد مت کرو۔ (ت)

ایں نصوص کہ آوردم عین جزئیہ مسئلہ دائرہ بود کہ بحث ہمیں از یمین برگذاشتن است و آنکہ شرط بروحنث در وچیست، وتفاوت باآنکہ من نگزارم، اگر تو بگزاری چیزے نیست کہ تغیر جزئیہ کند، حالا ہر کہ خواھد کہ صورت دائرہ را ازاں حکم برآرد محتاج بینہ واضحہ باشد ورنہ حکم ہماں ست کہ از نصوص عیاں ست تبیین مرام و تسکین اوہام را نظر کردم و چند شبہہ بخاطر رسید بخیال آنکہ مباد بذہن

جو نصوص میں نے پیش کی ہیں یہ زیر بحث مسئلہ کا بعینہ جزئیہ ہے کیونکہ ان میں "چھوڑنے" کے متعلق بحث ہے اور اس میں قسم کے پُورا ہونے اور اس کے ٹوٹنے کے متعلق یہی بحث ہے اور "میں نہ چھوڑوں گا" اور "تو نے اگر چھوڑا" کے فرق سے جزئیہ تبدیل نہیں ہوتا اور اس کے باوجود اگر کوئی زیرِ بحث صورت کو ان نصوص سے الگ کرے تو اس کو واضح دلیل پیش کرنی ہوگی ورنہ اس کا حکم وہی ہے جو ان نصوص سے عیاں ہُوا، مقصد کو واضح اور اوہام کو دُور کرنے میں میں نے غور سے کام لیا تو چند

کسے علہ آید وجائے جواب بہتر طلبند آنہمہ را پیش نہم وبتوفیقہ تعالٰی اما عہ وہم **شبہہ اولٰی** پسر را مرد بخانہ گزاشت نہ زن **اقول** ایں درایوا گنجائش داشت کہ فعل حقیقۃً از فاعل ست و بہ ساکت اگر منسوب شود بمعنی رضا ومجاز باشد اما گزاشتن کہ تخلیہ و وترک تعرضات شک نیست کہ از زن حقیقۃً متحقق ست مرد عہ زن را منع نکرد او واشت ایں گزاشت پس در ترک زن چہ جائے ظن۔

شبہات دل پر وارد ہُوئے اس خیال سے کہ شاید کسی کے ذہن میں آئیں تو ان کو وہ جواب کے لئے بہتر خیال کرے اس لئے میں ان سب کو پیش نظر رکھتے ہُوئے بحث کرتا ہُوں اللہ تعالٰی کی توفیق سے۔ لیکن **پہلے شبہہ** کا وہم، وہ یہ کہ مسئولہ صورت میں گھر میں بیٹے کو مرد نے چھوڑا، بیوی نے نہیں چھوڑا۔ **اقول** (میں کہتا ہُوں) اس شبہہ کی گنجائش یہاں اس بنیاد پر ہے کہ فعل حقیقۃً فاعل کا ہوتا ہے اور اس فعل پر خاموش رہنے والے کی طرف وہ فعل رضا کے طور پر مجازاً منسوب ہوسکتا ہے، لیکن یہاں "چھوڑنا" جوکہ تخلیہ اور تعرض نہ کرنا ہے، یہ بیشک بیوی سے حقیقۃً متحقق ہوچکا ہے، مرد نے اس پر بیوی کو منع نہ کیا اور اس نے اس چھوڑنے کو قائم رکھا، تو اس سے بیوی کے فعل کے نہ ہونے کا گمان کہاں ہوسکتا ہے۔ (ت)

شبہہ ثانیہ زن تابع است ولا حکم للتبع مع الاصل **اقول** عہ لامرد للحقائق در صدور ترک تعرض از زن جائے سخن نیست سائل خود گوید کہ زن چیزے از لا و نعم نہ گفت وہمیں قدر شرط حنث بود بیش ازیں درکار نیست آیا نہ بینی کہ در مکان غیر شرط بر نہی بالقول داشتہ اند گو بخانہ آرندۂ محلوف علیہ خود صاحبِ خانہ باشد یا دیگرے آورد یا خود آمد وصاحبِ خانہ ہم معترض نہ شد لاطلاق حکم الکل فی جمیع الکتب بلکہ تصریح فرمودہ اند کہ امر عدمی بحالت اکراہ نیز موجب حنث شود چہ جائے رضا ولو تبعا، امام قاضی خاں فرماید الشیخ الامام ابوبکر محمد بن الفضل فرق و

دوسرا شُبہہ یہ کہ، بیوی مرد کے تابع ہے تو اصل کی موجودگی میں تابع پر حکم نہیں ہوتا۔ **اقول** (میں کہتا ہُوں) حقائق کو رد نہیں کیا جاسکتا کہ بیٹے سے تعرض نہ کرنا، بیوی سے اس کے صادر ہونے میں شبہہ نہیں ہوسکتا کیونکہ سائل نے خود کہا ہے کہ بیوی نے اس موقعہ پر ہاں یا نہ، کُچھ نہ کہا، تو حانث ہونے کے لئے بس یہی کافی ہے اس سے زیادہ کوئی ضرورت نہیں، کیا دیکھتے نہیں کہ غیر کے مکان میں حنث سے بچنے کیلئے صرف زبانی روکنا ہی کافی قرار دیا گیا ہے، جس کے بارے میں قسم کھائی ہے اس کو گھر لانے والا خود صاحبِ مکان ہو یا کوئی غیر ہو یا وُہ خود آجائے اور گھر والا، آنے پر اعتراض نہ کرے، ہر صورت میں حانث ہوتا ہے کیونکہ

عہ۱ و عہ۲ و عہ۳ مسودہ میں بیاض ہے۔

قال فی قولہ ان لم اخرج اذا منعہ مانع حنث وفی قولہ لا اسکن اذا منعہ مانع عن الخروج لا یحنث والفتوی علی قولہ لان فی قولہ لا اسکن شرط الحنث السکنی والفعل لایتحقق بدون الاختیار وفی قولہ ان لم اخرج شرط الحنث عدم الخروج والعدم یتحقق بدون الاختیار[1]

تمام کتب میں ان جملہ صورتوں کا حکم مطلق رکھا گیا ہے بلکہ فقہائے نے تصریح کی ہے کہ عدمی امور میں جبر و اکراہ کی صورت میں بھی حانث ہوجاتا ہے چہ جائیکہ رضامندی سے ہو اگرچہ تبعاً ہی ہو۔ امام قاضی خاں فرماتے ہیں کہ شیخ امام ابوبکر محمد بن فضل نے فرق کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر کوئی یوں قسم اٹھائے کہ "اگر میں نہ نکلوں تو" اس قسم میں اگر کسی نے اس کو نکلنے سے منع کیا تب بھی حانث ہوگا، اور اگر یوں قسم کھائی کہ "میں یہاں رہائش نہ رکھوں تو" اس قسم میں اگر کسی نے اس کو وہاں سے جانے اور نکلنے سے منع کیا تو قسم نہ ٹوٹے گی اور اس فرق والے قول پر فتوٰی ہے، کیونکہ میں یہاں رہائش نہ رکھوں گا، میں حانث ہونے کی شرط وہاں رہائش پذیر ہونا ہے اور یہ فعل ہے جبکہ کوئی فعل اختیار کے بغیر متحقق نہیں ہوتا، اور "اگر نہ نکلوں تو" کی صورت میں حانث ہونے کی شرط نہ نکلنا ہے جو کہ عدمی چیز ہے اور عدمی چیز اختیار کے بغیر بھی متحقق ہوجاتی ہے (ت)

شبہہ ثالثہ ایں جا داعی یمین صفت عقوق و ہذا در پسر بود و یمین بزوال صفت داعیہ زائل شود کمافی لایاکل ھذا البسر فصار رطبا اوالرطب فصار تمرا[2] کمافی الھدایۃ وسائر الکتب در عقود دریہ است ھذہ صفات داعیۃ الی الیمین فتتقید بہ[3]، در فتح القدیر فرمود الاصل ان المحلوف علیہ اذا کان بصفۃ داعیۃ الی الیمین تقید بہ فی المعرف والمنکر فاذا زالت زال الیمین

تیسرا شبہہ یہ کہ، یہاں قسم کا سبب نافرمانی ہے اور نافرمانی بیٹے کی صفت تھی لہذا قسم کا سبب نافرمانی ختم ہوجانے پر قسم بھی ختم ہوجائے گی جیسا کہ کسی نے قسم کھائی کہ میں یہ بُسر کھجور نہ کھاؤں گا تو اب وہ رُطب ہوگئی یا قسم کھائی کہ یہ رُطب کھاؤں گا تو اب تمر بن گئی، ایسی صورت میں قسم ختم ہوجاتی ہے جیسا کہ ہدایہ اور دیگر کتب میں ہے، عقود الدریہ میں ہے کہ کھجور کی یہ صفات قسم کا سبب تھیں تو قسم بھی ان صفات سے مقید قرار پائے گی لہذا یہ صفات تبدیل ہوگئیں تو قسم بھی باقی نہ رہے گی، فتح القدیر میں فرمایا کہ قاعدہ یہ ہے کہ جس کی قسم کھائی وہ چیز اگر صفت رکھتی ہے

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الایمان فصل فی التزویج نولکشور لکھنؤ ۲/ ۲۹۶

[2] الہدایۃ باب الیمین فی الاکل والشرب المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/ ۴۶۷

[3] عقود الدریۃ کتاب الطلاق ومطالبہ حاجی عبدالغفار قندھار افغانستان ۱/ ۴۹

عنه ومالا تصلح داعیة اعتبر فی المنکر
دون المعرف[1]۔ **اقول** محلش آنجاست کہ در
حلف آں صفت داعیہ را ذکر کردہ باشد اگرچہ
در معرف اگرچہ بالاشارہ باآنکہ وصف در حاضر لغو است
ولهذا لو حلف لایکلم هذا الصبی فکلمه
شابا حنث امّا داعی بودنش داعی اعتبارش میشود
چنانکہ در هذا البسر وهذا الرطب
وهذا اللبن الٰی غیر ذٰلك ورنہ وصف ملحوظ
را مدار بقائے یمین نتواں کرد کہ بنائے ایمان
بر الفاظ ست نہ بر اغراض، در فتح القدیر
فرمود من صور تخصیص الحال ان
یقول لا اکلم هذا الرجل وهو قائم
ونوی فی حال قیامه فنیته لغو
بخلاف ما لو قال لا اکلم هذا الرجل
القائم فان نیته تعمل فیما بینه وبین
اللہ تعالٰی[2] پیداست کہ در دیانت صفت داعیہ
وغیر داعیہ یکساں ست نیت خصوص باید اما بے ذکر
در لفظ نیت مجردہ دیانۃً نیز بکار نیامد تا بقضا
چہ رسد، ہمدراں ست ان خرجت فعبدی
حر ونوی السفر مثلا یصدق دیانة
فلا یحنث بالخروج الٰی غیرہ تخصیصا
لنفس الخروج بخلاف ما لو نوی الخروج

جو قسم کا سبب بن سکتی ہے تو وہ قسم اس صفت سے مقید
ہوگی خواہ وہ چیز معرفہ کے طور پر مذکور ہو یا نکرہ مذکور ہو
تو جب وہ صفت ختم ہو جائے تو قسم بھی ختم ہو جائے گی
اور اگر اس چیز کی صفت قسم کا سبب بننے والی نہ ہو
تو پھر اس کو نکرہ ذکر کرنے پر قسم میں اس کی صفت کا
اعتبار ہوگا معرفہ میں اعتبار نہ ہوگا۔ **اقول** (میں
کہتا ہوں) اس قاعدہ کا محل وہ ہے جہاں قسم کا سبب
بننے والی صفت کو قسم میں ذکر کیا گیا ہو اگرچہ وہ
معرفہ کے طور پر مذکور ہو خواہ معرفہ اشارہ سے بنایا گیا ہو
کیونکہ اشارہ حاضر چیز کی طرف ہوتا ہے باوجودیکہ حاضر میں
صفت کا ذکر لغو قرار پاتا ہے، اسی لئے اگر قسم کھائی
کہ میں اس بچّے سے بات نہ کروں گا تو اگر اس سے
جوانی میں بات کی تو تب بھی حانث ہوگا، تاہم وصف
اگر قسم کا داعی ہوگا تو اس کے اعتبار کا بھی داعی ہوگا'
جیسا کہ 'یہ بُسر' اور 'یہ رُطب' وغیرہ میں، اور 'یہ دودھ'
وغیرہ میں یہ صفات قسم کا داعی ہونے کے ساتھ قسم
میں بھی معتبر ہیں، اگر ایسا نہ ہو تو پھر وصف داعی
بھی ہو تو غیر معتبر ہونے کی صورت میں اس کی بقاء
قسم کی بقاء کے لئے مدار نہیں بن سکتی کیونکہ قسمیں
الفاظ پر مبنی ہوتی ہیں اغراض پر مبنی نہیں ہوتیں فتح القدیر
میں فرمایا حال کی تخصیص کرنے کی صورت یوں ہے کہ
ایک شخص کھڑا ہو تو کوئی اس کے بارے میں قسم کھائے کہ

---

[1] فتح القدیر باب الیمین فی الاکل والشرب المکتبۃ العربیۃ کراچی ۴/۳۹۶
[2] " " " " نوریہ رضویہ سکھر ۴/۴۱۰

الی مکان خاص کبغداد حیث لایصح لان المکان غیر مذکور[1]

میں اس سے بات نہ کروں گا اور قسم میں اس کے کھڑے ہونے کی نیت کرے تو یہ نیت لغو ہوگی بخلاف جب یُوں کہے کہ میں اس کھڑے شخص سے بات نہ کروں گا تو اس صورت میں قسم میں کھڑے ہونے کی نیت کا اعتبار عنداللہ ہوسکتا ہے اس سے واضح ہُوا کہ دیانۃً یعنی عنداللہ، میں وصف داعی اور غیر داعی دونوں یکساں ہیں اس لئے نیت تخصیص ضروری ہے لیکن وصف کو ذکر کئے بغیر محض نیت کرنا دیانت میں بھی کارآمد نہیں ہے تو قضاءً کیسے کارآمد ہوسکتی ہے، اسی میں ہے اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ اگر میں باہر جاؤں تو میرا غلام آزاد ہے، اور باہر جانے سے سفر کی نیت کی تو اس کی تصدیق دیانۃً کی جاسکتی ہے کیونکہ باہر نکلنے کو سفر کے ساتھ خاص کیا ہے تو یہ خروج مذکور کی تخصیص ہے لہذا کسی اور مقصد کے لئے باہر نکلے تو حانث نہ ہوگا، اس کے برخلاف اگر اس سے وُہ کسی خاص جگہ مثلاً بغداد کے لئے نکلنا مراد لے تو یہ نیت صحیح نہ ہوگی کیونکہ قسم میں جگہ کا ذکر نہیں اس لئے جگہ کی تخصیص بھی معتبر نہیں ہے۔ (ت)

شبہہ رابعہ در یمین زوال سبب زوال یمین ست گو در لفظ مذکور مباشد و لہذا اگر دائن مدیون یا کفیل را یا کفیل بالنفس مکفول عنہ یا کفیل بالامر اصیل را سوگند دہد بے اذن من بیرون شہر نروی و دین ادا شد یا کفالت نماند یمین منتہی شود کہ باعث برو نبود مگر دین و کفالت پس بزوالش زائل شود در ہندیہ از محیط ست حلف صاحب الدین مدیونہ ان لایخرج من البلدۃ الا باذنہ فالیمین مقیدۃ بحال قیام الدین[2] در خانیہ فرماید الکفیل بالنفس اذا حلف الاصیل ان لایخرج من البلدۃ الاباذنہ فقضی الاصیل دین الطالب ثم خرج الحالف بعد ذٰلک

چوتھا شبہہ یہ کہ، قسم کے سبب کے ختم ہوجانے پر قسم بھی ختم ہوجاتی اگرچہ وُہ سبب قسم میں مذکور نہ ہو، لہذا اگر قرض خواہ اپنے مقروض کو یا اس کے کفیل کو یا نفس کا کفیل اپنے مکفول عنہ کو یا کفیل بالامر اپنے اصیل یعنی اصل ذمہ دار کو قسم دے کہ تُو میری اجازت کے بغیر شہر سے باہر مت جائے گا، تو اس قسم کا سبب قرضہ یا کفالت ختم ہوجائے تو یہ قسم بھی ختم ہوجائے گی۔ ہندیہ میں محیط سے منقول ہے کہ قرض خواہ نے مقروض کو قسم دی کہ تُو میری اجازت کے بغیر شہر سے باہر نہ جائے گا تو یہ قسم قرض کی بقاء سے مقید ہوگی کہ جب تک قرض ہے قسم باقی رہے گی ورنہ قرض ختم ہوجانے پر یہ قسم بھی ختم ہوجائے گی۔ خانیہ میں ہے جب کفیل بالنفس یعنی کسی شخص کو حاضر کرنے کا ضامن، اپنے اصل ذمہ دار کو قسم دے کہ تُو میری

---

[1] فتح القدیر باب الیمین فی الاکل والشرب نوریہ رضویہ سکھر ۴/۴۰۹
[2] فتاوٰی ہندیہ

لایحنث[1] درتنویر فرمود حلف رب الدین غریمه
او الکفیل بامر المکفول عنه ان
لایخرج من البلد الا باذنه تقید
بالخروج حال قیام الدین بالکفالة[2]
وپیدااست کہ ایں جا سبب یمین ہمیں خشم وناراضی
ست چوں برضا بدل شد سبب نماند و
مسبب رفت، **اقول** چناں نیست نہ
ہیچ کس بادقائل ورنہ عامہ ایمان عامہ کہ مبتنی
برخشم وناچاقی وغضب وناالتفاقی باشد
بفلاں سخن نکنم، وروئش نہ بینم بخانہ اش نہ روم و
بخانہ اش راہ نہ دہم، اورا صد چوب زنم
چنیں کنم، چناں کنم، ورنہ زن طالقہ شود
وغیر ذلک ہزاراں ہزار سوگند ہمہ
بمجرد زوال خشم برباد رفتے وبے حنث وکفارہ و
لزوم ہیچ جزا باطل شدے واصلاً احتیاج
احتیال براثر برنماندے آیا ہیچکس بجہاں قائل
ایں قول شنیدہ، ائمہ کرام در ایمان مذکور بصورتہائے
گوناگوں وتفریعات بوقلموں بہ نقیر وقطمیر سخن فرمودہ
وبہر پہلوئے آنہا موج موج تحقیقات رفیعہ
وفوج فوج تنقیحات بدیعہ نمودہ فاما ہیچگاہ ہیچ
جا بہیچ کتاب نگفتہ اند کہ ایں ہمہ بر دوام ست
تا بقائے خشم ست چوں رضا آمد سوگند سپری

اجازت کے بغیر شہر سے باہر نہ جائے گا، تو جب اصیل
نے قرض والے کا قرضہ ادا کر دیا تو پھر وہ اس کی
اجازت کے بغیر شہر سے باہر گیا تو قسم نہ ٹوٹے گی۔
تنویر میں فرمایا کہ اگر قرض خواہ نے مقروض کو یا کسی معاملے
کے ضامن نے اپنے مکفول کو قسم دی کہ تُو میری اجازت
کے بغیر باہر نہ جائے گا تو نکلنے کے متعلق یہ قسم قرض کی بقاء
اور کفالت کی بقاء سے مقید ہوگی کہ قرض وکفالت ختم ہو جائے
تو یہ قسم بھی ختم ہو جائے گی، تو مذکورہ بیان سے واضح ہوگیا
کہ زیر بحث مسئلہ میں قسم کا سبب بیٹے پر باپ کی ناراضگی
اور غصہ ہے تو جب یہ غصہ وناراضگی رضا میں بدل گئی تو یہ
سبب ختم ہوگیا تو مسبب یعنی بیوی کے متعلق طلاق کی قسم
بھی ختم ہوگئی، **اقول** (میں کہتا ہوں) ایسا ہرگز نہیں
ہے اور نہ ہی کوئی اس کا قائل ہے ورنہ عام قسمیں جو
غصہ اور ناراضگی، نااتفاقی پر مبنی ہوتی ہیں، مثلاً فلاں
سے بات نہ کروں گا، فلاں کی شکل نہ دیکھوں گا، فلاں کے
گھر نہ جاؤں گا، فلاں کو گھر کی راہ نہ دوں گا، فلاں کو ایک سو چھڑی ماروں گا،
اگر ایسا کروں تو یہ ہو جائے یا وہ ہو جائے یا بیوی کو طلاق
ہو جائے وغیرہ، تو لازم آئے گا کہ ہزار ہا قسمیں غصہ
ختم ہو جانے پر برباد ہو جائیں اور بغیر کفارہ اور بغیر حانث
ہوئے ختم ہو کر رہ جائیں، اور ان قسموں پر کوئی جزا
لاگو نہ ہو اور ان قسموں سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے
اصلاً کسی حیلہ کی ضرورت پیش نہ آئے، اور ایسی قسموں

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں — کتاب الایمان — فصل فی الخروج — نولکشور لکھنؤ — ۲/ ۳۱۵
[2] الدرالمختار — باب الیمین فی الضرب الخ — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/ ۳۱۳

شد و جملہ احکام نظری تا آنکہ اگر کسے
سوگند خورد کہ اگر با زید سخن کند زن سہ طلاقہ
ست باز می خواہد کہ با او سخن گوید چہ بایدش
کرد کہ طلاق مغلظ واقع نشود او را فرمودہ
اند کہ زن را یک طلاق بائن دہد و بگزارد تا از
عدت برآید باز با زید سخن راند جزا فرود آید و
محل نیابد و بے اثر رود باز با زن نکاح کند و
با زید ہمکلام ماند دگر طلاق نیفتد کہ یمین بیکبار
منحل شد۔ در سراجیہ باز ہندیہ فرمود
اذا حلف بثلث تطلیقات ان لا یکلم
فلانا فالسبیل ان یطلقھا
واحدۃ بائنۃ و یدعھا
حتی تنقضی عدتھا ثم
یتکلم فلانا ثم یتزوجھا [1]
اینہمہ تکلفات چراست چرا نگفتند کہ چوں آں
خشم رفت و باہم مصالحت شد سوگند خود باطل گشت
و این ست نبی اللہ سیدنا ایوب علی نبینا و علیہ
الصلوٰۃ والسلام در ایام بلا زوجہ مقدسہ اش
رحمہ بنت آفرائیم یا میشا بن یوسف بن یعقوب
بن اسحٰق بن ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بمزدوری
و محنت نان پیدا کردے و برائے نبی اللہ
آوردے روزے نان بسیار سے آورد نبی اللہ
گمان برد مبادا مال کسے بخیانت گرفت خشم کرد

کا کوئی اثر نہ رہے، کیا آپ نے دُنیا میں کبھی کسی سے یہ
بات سُنی ہے، حالانکہ ائمہ کرام نے ان مذکورہ قسموں کی
بابت گوناگوں بحثیں کی ہیں اور طرح طرح کی تفریعات
بیان کی ہیں، اور ان کے متعلق ہر پہلو سے بلند تحقیقات
اور عجیب تنقیحات کے دریا بہا دئے ہیں لیکن اس کے
باوجود انھوں نے کبھی کسی جگہ کسی کتاب میں یہ بات
نہ فرمائی کہ یہ تمام قسمیں غصہ تک ہیں جب غصہ ختم ہوجائے
اور رضامندی ہو جائے تو قسمیں خود بخود ختم ہوجاتی ہیں،
اور ان کے تمام غور و خوض پر مبنی احکام محض تکلف
بن کر رہ جائیں، مثلاً اگر کسی نے قسم کھائی کہ اگر زید
سے بات کروں تو بیوی کو تین طلاقیں ہیں، پھر یہ قسم
کھانے والا زید سے بات کرنا چاہتا ہے تو کیا کیا جائے
کیونکہ بات کرنے پر بیوی کو تین طلاقیں پڑتی ہیں اور کیا
صورت ہو کہ بات کرلے اور تین طلاقیں نہ پڑیں، تو
ایسے شخص کو ان فقہاء کرام نے فرمایا کہ یہ شخص اپنی بیوی
کو ایک بائنہ طلاق دے دے تو اس کی عدت
پوری ہونے کے بعد زید سے بات کرے تو اب اس
پر جزا یعنی طلاق وارد ہوگی لیکن اس وقت بیوی
بائنہ ہوجانے کی وجہ سے طلاق کا محل نہ رہے گی،
کیونکہ ایک دفعہ قسم ٹوٹ چکی ہے اور ختم ہوچکی ہے۔
سراجیہ پھر ہندیہ میں فرمایا کہ جب کسی نے تین طلاقوں کی قسم
کھا کر کہا میں فلاں سے بات نہ کروں گا، تو اس کیلئے
تین طلاقوں سے بچنے کی سبیل یہ ہے کہ بیوی کو پہلے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الحیل الفصل السابع فی الطلاق نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۳۹۷

سوگند خورد صد چوب زند باو خشم رفت و
باعلام الٰہی برأتِ خاتون ظاہر گشت فاما
یمین برجا ماند تا آنکہ حضرت عزت جل جلالہ
راہ خلاص ازاں تعلیم فرمود کہ خذ بیدک
ضغثا فاضرب بہ ولا تحنث[1] دستہ بدست
گیرد زن را زن و سوگند مشکن پیدا شد
کہ بزوال حامل وانتفائے سبب یمین
باطل نشود اخرج ابن المنذر
عن سعید بن المسیب
رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ
بلغہ ان ایوب علیہ الصلٰوۃ
والسلام حلف لیضربن
امرأتہ مائۃ فی ان
جاءتہ فی زیادۃ علی ماکانت
تأتی بہ من الخبز الذی
کانت تعمل علیہ وخشی ان
تکون قارفت من الخیانۃ
فلما رحمہ اللہ وکشف عنہ
الضر علم براءۃ امرأتہ
مما اتہمہا بہ فقال اللہ عزو
جل "وخذ بیدک ضغثا فاضرب
بہ ولا تحنث" فاخذ ضغثا
من ثمام وھو مائۃ عود

ایک بائنہ طلاق دے دے اور اس کی عدت گزر جائے
توپھر اس فلاں سے بات کرے اور اس کے بعد
دوبارہ بیوی سے نکاح کرلے، توان فقہاء نے اس
قسم کے تکلفات کیوں فرمائے اور یہ کیوں نہ فرمادیا کہ
یہ غصہ اور ناراضگی کی قسم تھی توغصہ و ناراضگی ختم ہوگئی
اور مصالحت ہوگئی تو قسم خود بخود ختم ہوگئی، دیکھئے حضرت
سیدنا ایوب علیہ وعلٰی نبینا الصلٰوۃ والسلام اللہ تعالٰی
کے پیارے نبی ہیں کہ آزمائش وابتلاء کے دور میں
آپ کی پاکیزہ بیوی جن کا نام رحمہ بنت آفرائیم، یا میشا
بنت یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم علیہم الصلٰوۃ
والسلام تھا، وہ آپ کے لئے محنت و مزدوری کرکے
خوراک مہیا فرماتی تھیں، ایک دن انھوں نے حضرت
ایوب علیہ الصلٰوۃ والسلام کی خدمت میں زیادہ کھانا
پیش کیا توحضرت ایوب علیہ السلام کو گمان ہوا کہ
شاید وہ کسی کا مال خیانت کے ذریعہ حاصل کرلائی ہیں
اس پر آپ کو غصہ آیا تو آپ نے قسم کھائی کہ اس کو ایک سو
چھڑی ماروں گا، اس کے بعد اللہ تعالٰی کی طرف سے
بیوی کی برأت معلوم ہوئی تو آپ کا غصہ ختم ہوا مگر قسم
باقی تھی اسی لئے اللہ تعالٰی نے آپ کو اس قسم سے
خلاصی کی تعلیم دی کہ سو چھڑیوں کا مٹھا ہاتھ میں لے کر
ایک دفعہ ماردیں اور قسم نہ توڑیں، تو اس واقعہ سے
معلوم ہوا کہ قسم کا سبب اور داعی ختم ہوجانے کے باوجود
قسم باقی رہتی ہے اور اس کے خاتمہ سے قسم ختم نہیں

[1] القرآن الکریم ۳۸/۴۴

فضرب به کما امرہ اللہ تعالٰی اھ[1]

ہوئی (قرآن پاک میں اس واقعہ کو اشارۃً بیان فرمایا گیا) جس کی تفصیل کو ابن منذر نے سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ سعید بن مسیّب فرماتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بیوی کو سَو چھڑی مارنے کی قسم کھائی کہ بیوی محنت سے جو روٹی مہیا کرتی تھیں ایک روز اس سے زائد روٹی آپ کی خدمت میں پیش کی جس پر آپ کو خطرہ محسوس ہُوا کہ ہوسکتا ہے کہ یہ زائد خوراک کسی کے مال میں خیانت کرکے لائی ہیں، تو جب اللہ تعالٰی کی طرف سے آپ پر خاص رحمت کے ذریعہ تکلیف کی شدت ختم ہُوئی اور بیوی کے بارے میں جو آپ کو شبہہ تھا اس کی براءت معلوم ہُوئی تو اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ آپ ایک مُٹھا لے کر اپنے ہاتھ سے اس کو ماردیں اور قسم نہ توڑیں، تو آپ نے شاخوں کا ایک مُٹھا جو سَو چھڑیوں کا مجموعہ تھا لے کر اللہ تعالٰی کے حکم کے مطابق بیوی کو مارا اھ (ت)

اقول وھذا احسن ما سمعناہ فی الباب وعلیہ التعویل ولا اصغاء الی ماتزاد الناس من تھویل وقال وقیل من دون اصل اصیل واللہ الھادی الی سواء السبیل و در مسائل مذکورہ وجہ نہ آنست بلکہ آنجا تقیید و نص بیان ست زیراکہ باذن مقید کردہ اند پس مخصوص باشد بزمانہ ولایت آنہا مراذن ومنع را د آں نیست مگر زمان قیام دین و کفالت ولھذا اگر سلطان اسیرے را حلف دہند کہ بے اذن ملک ایشاں بیروں نرود متقید ماند بزمان بقائے سلطنتش تا آنکہ اگر او را معزول کنند باز نشانند واسیر بے اذن او بیروں رود حانث نشود

اقول (میں کہتا ہُوں) یہ واقعہ اس بحث میں بہترین دلیل ہے جو ہم پر واضح ہُوئی اور اسی پر اعتماد ہونا چاہیے اور اس پر لوگوں کی زائد باتوں اور بے اصل قیل وقال پر توجہ نہ دی جائے اور اللہ تعالٰی ہی سیدھے راستے کی رہنمائی فرماتا ہے اور اس شُبہہ میں ذکر کردہ مسائل کی وجہ وُہ نہیں جو شُبہہ کرنے والوں نے ظاہر کی، بلکہ وہاں قسم کی تقیید اور اس کا بیان ہے کیونکہ اُنھوں نے وہاں اذن (اجازت) کے ساتھ مقید کرکے اس قسم کو اذن ومنع کی ولایت کی مدت کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور ولایت کی یہ مدت صرف قرض وکفالت کے زمانہ تک ہے، اسی لئے اگر کوئی سلطان کسی قیدی کو قسم دے کہ تُو میری اجازت کے بغیر میرے ملک سے باہر نہ جائے گا تو یہ قسم اس سلطان کی حکومت کی بقا

---

[1] درمنثور بحوالہ ابن منذر تحت آیۃ مذکورہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۵/ ۳۱۷

کہ یمین بزوال ملک منتہی شد و باز بعودش نکنند ہمچناں اگر شوہر زن یا مولیٰ غلام یا شاہ یکے از رعایا را حلف دہد یا خود سوگند خورد کہ بے اذن من بیروں نروی متقید ماند بزمان بقائے زوجیت و ملک ملک تا آنکہ اگر زن را جدا کرد باز بزنے آورد یا غلام را فروخت باز خرید یا معزول باز منصوب شد و دریں ملک و ملک حادث زن و غلام و رعیت بے اذن بیرون روند حنث روئے نماید کہ ولایت اذن ہمیں تا بقائے نکاح و ملک و ملک بود و در حدوث تازہ یمین تازہ نکرد ولہذا اگر بے تقیید باذن مطلقا زن دہندہ را از بروں شدن باز دارد و براں حلف کند یا گیرد یمین ابدی شود و بزوال نکاح و ملک منتہی نشود کہ لفظے کہ مفید تقیید بود نہ کورست ولہذا اگر زن را گوید اگر بے اذن تو زنے را بزنے می گیرم مطلقہ باشد یمین مطلقہ غیر مقیدہ باشد تا آنکہ اگر زن را نکاح بروں کرد باز زنے بے اذن اولے بنکاح آورد مطلقہ شود زیرا کہ زن بزنے مالک اذن و منع نمی شود پس دلیل تقیید منتفی شد و اذن بر اذن لغوی محمول گشت نہ اذن شرعی و اذن لغوی مقتصر بر بقائے زوجیت نیست آرے آں روز کہ آں زن میرد یمین منتہی شود کہ حالا او را صلاحیت اذن نماند، در درمختار بعد عبارت مذکورہ فرمود لو قال لہا ان خرجت من ھذہ الدار الا باذنی فانت طالق ثلث فطلقہا بائنا فخرجت

کے ساتھ مقید ہوتی ہے حتی کہ اگر اس سلطان کو معزول کردیں تو اب اگر قیدی اس کی اجازت کے بغیر ملک سے باہر چلا جائے تو قیدی کی قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ وہ قسم سلطان کے معزول ہونے پر ختم ہوگئی اور دوبارہ سلطان کے بحال ہونے سے قسم بحال نہ ہوگی، اسی طرح اگر خاوند بیوی کو یا آقا اپنے غلام کو یا بادشاہ اپنی رعیت میں سے کسی کو قسم دے یا وُہ خود قسم کھائے کہ میری اجازت کے بغیر باہر نہ جائے، تو یہ قسم بھی بقاءِ زوجیت، بقاءِ مِلک، بقاءِ مُلک کے ساتھ مقید ہوگی، حتی کہ اگر بیوی کو نکاح سے خارج کردیا اور اس کے بعد دوبارہ نکاح کیا یا مالک نے غلام کو فروخت کردیا اور دوبارہ خرید لیا یا معزول شدہ کو دوبارہ بحال کردیا تو اس دوسری نئی زوجیت، مِلک، مُلک میں بیوی، غلام، رعیت اجازت کے باہر چلے جائیں تو حانث نہ ہوگا کیونکہ ان لوگوں کو اذن و اجازت کی ولایت اس وقت کی موجودہ ولایت تک تھی اور بعد میں دوبارہ نئی ولایت حاصل ہونے پر دوبارہ قسم بحال نہ ہوگی، لہذا اگر بیوی کو باہر جانے سے روکنے کے لئے بیوی کو قسم دی یا خود قسم کھائی جس میں اجازت کی قید کا ذکر نہیں ہے، اس لئے اگر بیوی کو کہا کہ میں تیری اجازت کے بغیر دوسری عورت سے نکاح کروں تو اس کو طلاق ہوگی تو یہ قسم مطلق اور بغیر قید ہوگی، حتی کہ اگر پہلی بیوی کو نکاح سے خارج بھی کردے تب بھی اس کی اجازت کے بغیر دوسری عورت سے نکاح کرنے پر دوسری کو طلاق ہوجائیگی کیونکہ بیوی دوسری عورت سے نکاح کو روکنے اور اجازت دینے کی مالک نہیں بن سکتی، اس لئے اس صورت میں اجازت کا ذکر ہونے کے باوجود وہ قید نہ ہوگی

34

بغیر اذنہ لایحنث لان یمینہ تقیدت بحال تمام ولایۃ المنع عن الخروج وولایۃ المنع تزول بالطلاق البائن وھو کالسلطان اذا حلف رجلا ان لا یخرج من البلدۃ الا باذنہ فعزل السلطان ثم خرج الحالف لا یحنث (ومعہ مسئلۃ الکفیل المذکورۃ ثم قال) ولو ان الحالف تزوج المرأۃ بعد ما ابانھا فخرجت بغیر اذنہ لا تطلق لان الیمین بطلت بالابانۃ فلا تعود بعد ذٰلک وذکر فی اسیر اھل الحرب اذا حلفوا لاسیران لایخرج الا باذن ملکھم فعزل الملک ثم عاد ملک فخرج الاسیر بغیر اذنہ لایحنث وکذا لو قال الرجل لعبدہ ان خرجت بغیر اذنی فانت حر فباعہ ثم اشتراہ فخرج بغیر اذنہ لا یعتق،

اور یہ بیوی کی اجازت لغوی معنی میں ہوگی شرعی معنی میں اجازت مراد نہ ہوگی ، اور لغوی اجازت بقائے نکاح پر موقوف نہ ہوگی اور نکاح ختم ہونے کے بعد بھی پہلی بیوی کی اجازت ضروری ہوگی ، ہاں جس روز وہ فوت ہوجائے گی تو قسم ختم ہوجائے گی کیونکہ اب اجازت دینے کی صلاحیت نہ رہی تو اب قسم پوری ہونے کا احتمال ختم ہوجانے پر اجازت سے مشروط قسم بھی ختم ہوجائیگی ۔
درمختار میں مذکورہ عبارت کے بعد فرمایا کہ اگر خاوند نے بیوی کو کہا کہ اگر تُو میری اجازت کے بغیر باہر نکلی تو تجھے تین طلاق ہوں گی ، اس کے بعد خاوند نے اس کو طلاق بائنہ دے دی اور وُہ خاوند کی اجازت کے بغیر باہر نکل گئی تو قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ بائنہ طلاق کی وجہ سے اب خاوند کو اجازت کا اختیار ختم ہوگیا جبکہ یہ قسم بیوی کو باہر نکلنے سے منع کرنے کی ولایت اور اختیار سے مقید تھی اور یہ اختیار نکاح کے باقی رہنے تک تھا جو نکاح ختم ہوجانے پر ختم ہوگیا ——————

———— جیسا کہ کسی حکمران نے کسی کو قسم دی کہ تُو میری اجازت کے بغیر شہر سے باہر نہ جائے گا ، اب اگر وہ شخص حکمران کے معزول ہوجانے پر شہر سے باہر اس کی اجازت

عہ مسودہ میں بیاض ہے۔

در تبیین الحقائق وفتح القدیر ست وھذا لفظ الفتح یتقید بحال قیام الدین والکفالۃ لان الاذن انما یصح ممن لہ ولایۃ المنع وکذالاتخرج امرأتہ الا باذنہ بقیام الزوجیۃ بخلاف مالوحلف لاتخرج امرأتہ من الدار فانہ لایتقید بہ، اذلم یذکر الاذن فلا موجب لتقییدہ بزمان الولایۃ فی الاذن وکذا الحال فی حلفہ علی العبد مطلقا ومقیدا وعلی ھذا لوقال لامرأتہ کل امرأۃ اتزوجھا بغیر اذنک طالق فطلق امرأتہ طلاقا بائنا اوثلثا ثم تزوج بغیر اذنھا طلقت لانہ لم تتقید ببقاء النکاح لانھا انما تقید بہ لوکانت المرأۃ تستفید ولایۃ الاذن والمنع بعقد النکاح[1]، درہدایہ وفتح فرمایند لوقال ان کلمت فلانا الا ان یقدم فلان او یاذن فلان ومات فلان سقط الیمین لان الممنوع منہ کلام ینتھی المنع منہ بالاذن والقدوم

کے بغیر نکل جائے تو قسم نہ ٹوٹے گی (اس کے ساتھ انھوں نے کفالت مذکورہ کا مسئلہ بھی بیان کیا اور پھر فرمایا) اگر مذکورہ قسم اٹھانے والے خاوند نے مذکورہ بائنہ بیوی سے دوبارہ نکاح کیا تو اب اگر بیوی اس کی اجازت کے بغیر باہر جائے تو اب طلاق نہ ہوگی کیونکہ وہ حلف بیوی بائنہ ہوجانے پر باطل ہوگیا اور دوبارہ نکاح سے وُہ حلف بحال نہ ہوگا، درمختار نے اہلِ حرب کے قیدی کے متعلق ذکر کیا کہ اس کو قید کرتے ہُوئے انھوں نے یہ قسم دی کہ تو حاکم کی اجازت کے بغیر باہر نہ جائے گا تو اس حاکم کے معزول ہونے کے بعد دوبارہ بحال ہونے پر وُہ قیدی اس حاکم کی اجازت کے بغیر باہر نکلا تو حانث نہ ہوگا یعنی قسم نہ ٹوٹے گی، اور یونہی اگر مالک نے اپنے غلام کو کہا کہ اگر تُو میری اجازت کے بغیر باہر نکلے تو تُو آزاد ہے، اب مالک نے اس غلام کو فروخت کردیا اور پھر دوبارہ خریدا تو اب غلام مالک کی اجازت کے بغیر باہر نکلا تو آزاد نہ ہوگا۔ تبیین الحقائق اور فتح القدیر میں ہے، یہ عبارت فتح القدیر کی ہے کہ قسم قرض اور کفالت کی بقاء سے مقید ہوگی کیونکہ اجازت تب متصور ہوسکتی جبکہ اس کو روکنے کی ولایت حاصل ہو اور یہ ولایت قرض اور کفالت تک ہوتی ہے اور یونہی خاوند نے بیوی سے کہا کہ تُو میری اجازت کے بغیر نہ نکلے گی تو یہ قسم اس زوجیت کے وجود سے مقید ہوگی، اس کے برخلاف اگر خاوند یُوں کہے کہ میری بیوی گھر سے باہر نہ نکلے گی،

---

[1] فتح القدیر کتاب الایمان مسائل متفرقہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۴۶۸

ولم یبق الاذن والقدوم بعد الموت متصور الوجود وبقاء تصورہ شرط بقاء الموقتة عند ابی حنیفة ومحمد وھذہ الیمین موقتة بوقت الاذن والقدوم اذ بھما یتمکن من البر اذ یتمکن من الکلام بلاحنث فیسقط بسقوط تصور البر[1] اھ ملخصا مخلوطا قال فی الفتح فان قیل لانسلم عدم تصور البر بموتہ لانہ سبحٰنہ وتعالٰی قادر علی اعادة فلان فیمکن ان یقدم ویاذن فالجواب ان الحیاة المعادة غیر الحیاة المحلوف علی اذنہ فیھا وقدومہ وھی الحیاة القائمة حالة الحلف لان تلك عرض تلاشی لایمکن اعادتھا بعینھا وان اعیدت الروح فان الحیاة غیر الروح لانہ امر لازم للروح فیما لہ روح[2] اھ۔

تو اس قسم میں اجازت کا ذکر نہ ہونے کی وجہ سے یہ قسم زوجیت کی بقاء سے مقید نہ ہوگی کیونکہ زوجیت کی ضرورت اجازت کی ولایت کے لئے تھی، اور یوں ہی غلام کے بارے میں اجازت سے مقید قسم اور غیر مقید قسم کا حال ہے، اسی قاعدہ کی بناء پر، اگر کسی نے اپنی بیوی کو کہا کہ میں جس عورت سے تیری اجازت کے بغیر نکاح کروں تو اس عورت کو طلاق ہوگی' اس کے بعد اس نے اپنی بیوی کو بائنہ یا مغلظ طلاق دے دی پھر کسی عورت سے پہلی مطلقہ بیوی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو اس عورت کو طلاق ہوجائے گی اور یہ قسم بقائے زوجیت پر موقوف نہ ہوگی کیونکہ بیوی کو نکاح سے روکنے یا اجازت دینے کی ولایت نہیں تھی (لہذا قسم میں مذکور اجازت کے لئے ولایتِ اجازت ضروری نہ تھی، لہذا نکاح ختم ہونے سے اجازت کی شرط ختم ہوگی) ہدایہ اور فتح القدیر میں فرماتے ہیں، اگر کسی نے کہا اگر فلاں سے اس کی اجازت یا اس کی آمد کے بغیر بات کروں تو یہ ہوجائے، اس کے بعد وہ فلاں فوت ہوجائے تو قسم ختم ہوجائے گی کیونکہ اس سے کلام کی ممانعت کا اختتام اس کی اجازت یا آمد پر موقوف تھا جبکہ اس کی موت سے اجازت اور آمد کا تصور ختم ہوگیا، کیونکہ جب قسم کسی چیز سے مشروط ہو تو اس شرط کا متصور ہونا اس قسم کی بقاء کے لئے امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی کے نزدیک ضروری ہے چونکہ یہ قسم اس فلاں کی اجازت یا آمد سے مشروط ہے تو اس شرط کے وجود سے قسم پوری ہوسکے گی تو جب شرط کے وجود کے بغیر کلام کرنے پر حانث ہونے کا احتمال ختم ہوگیا تو قسم پورا ہونے کا احتمال بھی ختم ہوگیا لہذا یہ قسم باطل ہوجائے گی اھ ملخصا، فتح القدیر میں مزید فرمایا کہ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اس فلاں کی موت سے شرط کے وجود کا احتمال ختم ہوجانا قابلِ تسلیم نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالٰی قادر ہے کہ اس کو دوبارہ زندہ کردے اور وہ زندہ

---

[1] فتح القدیر کتاب الایمان باب الیمین فی الکلام نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۴۲۲-۲۳

[2] " " " " " " " " ۴/ ۴۲۳

ہو کر اجازت دے یا آجائے، تو اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ دوبارہ زندہ ہونے کی حیات اس حیات کا غیر ہے جس حیات سے اجازت یا آمد کی قسم کھائی تھی اور قسم والی یہ حیات وُہ ہے جو قسم کے وقت تھی، کیونکہ حیات ایک ایسا عارضہ ہے جس کو بعینہ واپس لانا ممکن نہیں اگرچہ رُوح واپس ہوجائے کہ رُوح اور حیات آپس میں ایک دوسرے کے مغایر ہیں کیونکہ حیات، روح والی چیز کی رُوح کا لازم ہے نہ کہ وہ روح ہے اھ (ت)

ورأیتنی کتبت علیه ما نصه **اقول** فیه ان الحیاة عرض لاتبقی زمانین فالحیاة التی بعد الحلف غیر التی کانت عند الحلف والجواب ان مبنی الایمان علی العرف واھل العرف یعدونھا واحدة مستمرة والمعادة غیرھا۔ **اقول** لکن لقائل ان یقول لانظر فی الحلف الی تلک الحیاة خصوصھا بل الی تسلیم زمانه فی ھذا الامر الی ذٰلک الشخص ان لایفعل الا باذنه مثلا والشخص لایتبدل بتبدل الحیاة بدلیل الحشر والعقد فی تلک الحیٰوة غیر العقد علی تلک الحیاة والاذن وان لم یکن الامن حی فلا یستلزم ذٰلک عقد الحلف علی تلک الحیاة بعینھا الاتری ان الاذن لایمکن ایضا الامن عاقل ولو جُنّ فلان لایسقط

اور مجھے یاد ہے کہ میں نے اس پر یہ حاشیہ لکھا جس کی عبارت یُوں ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) اس کلام میں بحث ہے کہ حیات جب عرض ہے تو وُہ دو زمانوں میں باقی نہیں رہ سکتی تو اس سے لازم آئیگا کہ حلف کے بعد والی حیات بھی حلف کے وقت والی حیات کا غیر ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ قسموں کی بنیاد عرف پر ہوتی ہے تو عرف والے لوگ مختلف اوقات کی حیات کو ایک ہی جاریہ حیات قرار دیتے ہیں لیکن موت کے بعد والی حیات کو پہلی حیات کے مغایر قرار دیتے ہیں۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) لیکن یہاں اعتراض ہوسکتا ہے کہ قسم میں خاص اس زندگی کو پیشِ نظر نہیں رکھا جاتا بلکہ یہاں یہ بات پیشِ نظر ہوتی ہے کہ قسم کھانے والے کو زمانہ اگر یہ موقعہ دے کہ مثلاً وہ فلاں سے بات کرسکے تو وہ اسکی اجازت کے بغیر نہ کرے گا، جبکہ حیات کی تبدیلی سے شخص تبدیل نہیں ہوتا کیونکہ مرنے کے بعد حشر میں وُہی شخص ہوتا ہوگا تو اِس زندگی میں قسم کھانے کا یہ مطلب نہیں کہ اسی زندگی پر حلف کا دارومدار ہے، اجازت کا تعلق اگرچہ زندہ سے ہوتا ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حلف کا تعلق خاص اِسی زندگی سے ہو، دیکھئے اجازت صرف عقل والے سے ہی متصور ہوسکتی ہے،

اليمين لاحتمال ان يعود عقله والمسألة منصوص عليها واكبر ظني انها في الخانية بل هو فيها اذ قال في فصل في الخروج ثلثة حلفوا رجلا ان لا يخرج من بخارا الا باذنهم فجن احدهم وخرج الحالف باذن الأخرين حنث وان مات احدهم فخرج لا يحنث لان اليمين تقيدت باذنهم وقد فات اذنهم بموت احدهم فلا يبقى اليمين وفي الوجه الاول لم يقع الياس عن اذنهم[1] اھ

ثم اقول يختلج ببالي ان لو قيل ان الموقتة اذا كانت على امر يمكن عادة فشرط بقاءها تصور البر عادة لا مجرد احتمال عقلي لحصل الجواب عن هذا ويومي اليه قول الخانية لم يقع الياس فانه يفيد ان لو وقع الياس سقط اليمين ولا شك ان

لیکن فلاں عاقل اگر عقل کھو بیٹھے اور اس پر جنون طاری ہوجائے تو اس کے باوجود قسم ساقط نہیں ہوتی کیونکہ عقل کے بحال ہونے کا احتمال ابھی باقی ہے۔ یہ عقل والا مسئلہ کتب میں مذکور ہے جبکہ میرا غالب گمان ہے، کہ یہ مسئلہ خانیہ میں ہے بلکہ یقیناً اس میں ہے، جہاں انھوں نے فصل فی الخروج میں یہ ذکر کیا کہ تین حضرات نے ایک شخص کو یہ قسم دی کہ وہ ان تینوں کی اجازت کے بغیر بخارا سے باہر نہ جائے گا اس کے بعد ان تینوں میں سے ایک مجنون ہوگیا اور باقی دو کی اجازت سے وہ بخارا سے باہر چلا گیا تو قسم ٹوٹ جائے گی لیکن اگر ان میں سے کوئی ایک فوت ہوجائے تو قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ قسم تینوں کی مشترکہ اجازت سے مشروط تھی تو ایک کے فوت ہوجانے سے وُہ شرط ختم ہوجائے گی اور قسم باقی نہ رہے گی، اور پہلی جنون والی صورت میں عقل بحال ہونے کے امکان کی وجہ سے مشترکہ اجازت سے مایوسی نہیں پائی جاتی اھ۔

ثم اقول (میں پھر کہتا ہوں کہ) اس اشکال کا جواب جو کہ میرے دل پر وارد ہوا ہے یوں ممکن ہے کہ قسم جب ایسی شرط سے مشروط ہو جس کا وقوع عادتاً ممکن تو اس کی بقاء کے لئے اس شرط کے عادتاً پائے جانے کا امکان ضروری ہے تاکہ قسم کا پورا ہونا متصور ہوسکے ورنہ محض عقلی احتمال کافی نہیں ہوگا، جبکہ خانیہ کا قول کہ "ابھی مایوسی نہیں ہوئی" اس جواب کی صحت کی طرف اشارہ کررہا ہے کیونکہ ان کا یہ قول

---

[1] فتاویٰ قاضی خاں کتاب الایمان فصل فی الخروج نولکشور لکھنؤ ۲/۳۱۶

المستحیل عادۃ مایوس عنہ و قد قال فی الفتح فی مسئلۃ من حلف لیصعدن السماء او لیقلبن ھذا الحجر ذھبا ان العجز ثابت عادۃ فلا بر فی نحو الله[1] اھ وھذا ھو معنی الیأس وقد استشھد لھا فی الھدایۃ بما اذا مات الحالف فانہ یحنث مع احتمال اعادۃ الحیاۃ[2]، قال فی الفتح فیثبت معہ احتمال ان یفعل المحلوف علیہ ولکن لم یعتبر ذلک الاحتمال بخلاف العادۃ فحکم بالحنث اجماعا[3] الخ فتبین انہ لیس الوجہ مغائرۃ الحیاۃ المعادۃ للحیاۃ المعقود علیھا الحلف والا لم یتم الاستشھاد لکون العجز اذن عقلا کما قررہ المحقق الاعادۃ بخلاف صعود السماء وقلب الحجر ذھبا فاذن لیس النظر الا الی الیأس العادی و

بتا رہا ہے کہ اگر مایوسی ہوجائے تو قسم ساقط ہوجائیگی جبکہ مایوسی اسی چیز سے ہوتی جب وہ عادتاً محال ہو، اور فتح میں آسمان پر چڑھنے اور اس پتھر کو سونے میں بدلنے کے متعلق قسم کے بیان میں فرمایا کہ اگرچہ آسمان پر چڑھنا اور پتھر کا سونے میں بدل جانا عقلاً ممکن ہے لیکن عادتاً اس سے عجز ثابت ہے لہذا قسم ٹوٹ جائیگی کیونکہ ایسا کرنا عادتاً ممکن نہیں ہے اھ، مایوسی کا یہی معنی ہے۔ اس پر ہدایہ میں یُوں تائید ذکر کی کہ اس صورت میں قسم کھانے والے کے فوت ہوجانے پر قسم باطل نہ ہوگی کیونکہ دوبارہ زندہ ہونا ممکن ہے۔ فتح القدیر میں اس کی وضاحت کرتے ہُوئے یُوں فرمایا کہ اس امکان سے حلف والے کام کو کرنے کا احتمال ثابت ہو رہا ہے مگر اس کے باوجود یہ احتمال معتبر نہیں کیونکہ یہ خلافِ عادت ہے اس لئے فوت ہوجانے پر بالاجماع قسم کے ٹوٹ جانے کا حکم ہوگا الخ، تو اس بیان سے واضح ہوگیا کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے میں قسم کے بحال نہ ہونے کی وجہ یہ نہیں کہ دوبارہ زندگی پہلی زندگی کے مغایر ہے ورنہ ہدایہ اور فتح القدیر کا استشہاد تام نہ ہوگا کیونکہ ان کا استشہاد عادی عجز پر تھا جبکہ دونوں زندگیوں کے مغایر ہوجانے پر عجز عقلی ہوجاتا ہے حالانکہ محقق صاحب فتح القدیر نے دوبارہ زندگی

---

[1] فتح القدیر — باب الیمین فی الاکل والشرب — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۱۵-۱۶
[2] ہدایہ — " " " — مکتبہ عربیہ کراچی ۱/۴۷۳
[3] فتح القدیر — " " " — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۱۶

هو المقصود **اقول** ویظهرلی توجیهه ان من حلف علی محال عادی فقد عقد علی امکانه العقلی فلم یکن شرط الانعقاد الا هذا اما من عقد الموقتة علی ممکن عادی ثم استحال فلا یبعد ان تبقی الیمین لان هذا الامکان غیر المعقود علیه فلیتامل ولیحرر، واللہ تعالٰی اعلم اھ ماکتبت علیہ۔

کے احتمال کو ثابت رکھا ہے، اس کے برخلاف آسمان پر چڑھنے اور پتھر کے سونے میں تبدیل ہونے میں عقلی عجز نہیں ہے بلکہ یہاں صرف عادی مایوسی ہے جو قسم کے ٹوٹ جانے میں مقصود ہے، **اقول** (میں کہتا ہوں) اس کی توجیہ مجھے یہ معلوم ہوتی ہے کہ جس نے کسی عادی محال چیز جو کہ عقلی طور پر ممکن ہو، پر قسم کھائی تو اس کی قسم کے لئے یہی عقلی امکان شرط ہوگا، لیکن جس نے کسی عادۃً ممکن چیز پر قسم کھائی اور وُہ چیز قسم کے بعد عادتاً محال ہوجائے تو اس صورت میں قسم باقی نہ رہے گی کیونکہ اب صرف عقلی امکان باقی ہے جبکہ قسم اس امکان پر مبنی نہ تھی بلکہ وہ عادی امکان پر مبنی تھی جو باقی نہ رہا، غور کرنا اور معاملہ کو صاف کرنا چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم، میرا حاشیہ ختم ہُوا۔ (ت)

شبہہ خامسہ یمین بدلالت حال متقید شود اگرچہ در قال مقید نبود وازیں باب ست تقیید بغرض تا آنکہ غرض را با آنکہ بنائے ایمان برونیست تخصیص دانستہ وتصریح فرمودہ اند کہ غرض در یمین نفزاید فاما تخصیص را شاید در ردالمحتار ست فی تلخیص الجامع الکبیر و بالعرف یخص ولا یزاد حتی خص الراس بما یکبس ولم یرد الملك فی تعلیق طلاق الاجنبیۃ بالدخول اھ ومعناہ ان اللفظ اذا کان عاما یجوز تخصیصہ بالعرف کما لو حلف لا یأکل رأسا فانہ فی العرف اسم لما یکبس فی التنور ویباع

پانچواں شُبہہ کہ قسم حال کی دلالت سے مقید بن جاتی ہے، اگرچہ لفظوں میں وہ مطلق ہو اور اُس کے ساتھ قید کا ذکر نہ ہو، اسی باب سے کلام کا غرض سے مقید ہونا ہے، اگرچہ قسموں کی بنیاد اغراض پر نہیں ہے تاہم اغراض ان میں تخصیص پیدا کردیتی ہیں، چنانچہ فقہاءِ کرام نے یہ تصریح کی ہے کہ غرض قسم میں زیادتی پیدا نہیں کرتی لیکن تخصیص پیدا کرسکتی ہے، ردالمحتار میں ہے کہ جامع کبیر کی تلخیص میں مذکور ہے کہ عرف سے تخصیص ہوسکتی ہے لیکن زیادتی نہیں ہوسکتی حتی کہ کسی نے سِری کے متعلق قسم کھائی تو اس سے وُہ سِری مراد ہوگی جس کو عرف میں آگ سے بُھون کر کھایا جائے، اور اجنبی عورت کے متعلق کہا "اگر وُہ گھر میں داخل ہُوئی تو اسے طلاق ہے" تو اس عورت کی ملکیتِ نکاح مراد نہیں ہوسکتی اھ،

عہ مسودہ میں بیاض ہے۔

فی الاسواق وهو راس الغنم
دون راس العصفور ونحوه فالغرض
العرفی یخصص عمومه فاذا
اطلق ینصرف الی المتعارف
بخلاف الزیادة الخارجة
عن اللفظ کما لو قال لاجنبیة
ان دخلت الدار فانت
طالق فانه یلغو ولا تصح
ارادة الملك ای ان دخلت
وانت فی نکاحی وان کان
هو المتعارف لان ذلك
غیر مذکور ودلالة
العرف لا تاثیر لها
فی جعل غیر الملفوظ
ملفوظا[1]، ہمدراں ست الغرض
یصلح مخصصا لا مزیدا[2]
واگر تقییدات کہ بدلالت حال باغراض
حالفین کردہ اند فروع آنہا
را برخوانیم دفترے باید بردو سہ مثال
منصوص فی المذہب اختیار کنیم۔

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر لفظ عام
ہو تو عرف کے ذریعہ اس کی تخصیص کی جا سکتی ہے جیسا کہ
جب کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ سری نہ کھاؤں گا، تو قسم
میں اگرچہ سری عام اور مطلق مذکور ہے لیکن عرف میں وہی
سری مراد ہوتی ہے جس کو بھونا جا سکے اور بازار میں فروخت
کیا جائے اس لئے عرف میں سری سے مراد چڑیا وغیرہ
کی سری مراد نہ ہوگی، تو یہاں عرف نے سری میں تخصیص کر دی
تو جب مطلق سری ذکر کی جائے گی تو عرفاً خاص ہی مراد
ہوگی اس کے برخلاف ایسی زیادتی جو لفظوں میں مذکور
نہ ہو عرف کی وجہ سے وہ زیادتی پیدا نہیں ہو سکتی جیسے
کوئی شخص اجنبی عورت کو کہے کہ "اگر تو گھر میں داخل ہوئی
تو تجھے طلاق ہے"، تو یہاں اگر وہ یہ مراد لے کر گھر میں
داخل ہوتے وقت میری منکوحہ ہو تو طلاق ہے، تو منکوحہ
ہونا قسم کے الفاظ سے زائد چیز ہے، جس کو مراد نہیں
لیا جا سکتا، اگرچہ عرف میں طلاق کے لئے منکوحہ ہونا
ضروری ہوتا ہے، مگر عرف کلام میں غیر مذکور لفظ کو
زائد نہیں کر سکتا اس لئے اجنبی عورت کے لئے یہ قسم
لغو قرار پائے گی، اسی رد المحتار میں ہے کہ عرف مخصص
بننے کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن زیادتی پیدا کرنے کی صلاحیت
نہیں رکھتا۔ حال کی دلالت سے قسموں کا اغراض سے مقید
ہونا، اگر میں اس کی جزئیات کو ذکر کروں تو اس کے لئے
دفتر چاہیے، تاہم مذہب میں منصوص دو تین مثالیں ذکر
کر رہا ہوں:

---

[1] رد المحتار — باب الیمین فی الدخول والخروج — دار احیاء التراث العربی بیروت — ۳/۷۲
[2] " " " " " " " " " ۳/۷۳

(۱) والیٔ زید را سوگند داد کہ ہر مفسدے کہ بشہر بود مرا آگاہانی متقید باشد بزمان قیام ولایتش حالانکہ اینجا لفظے مثل اذن وغیرہ مفید تقیید اصلاً نیست مگر حال دال ست کہ غرضش تدارک اوست و ایں نباشد مگر بولایت لاجرم باو مقید شد، درہدایہ ست اذا استحلف الوالی رجلا لیعلمنہ بکل داعر دخل البلد فھذا علی حال ولایتہ خاصۃ لان المقصود منہ دفع شرہ او شر غیرہ بزجرہ فلا یفید فائدتہ بعد زوال سلطنتہ[1] ، در فتح القدیر است ھذا التخصیص فی الزمان یثبت بدلالۃ الحال وھو العلم بان المقصود من ھذا الاستحلاف زجرہ بما یدفع شرہ او شر غیرہ بزجرہ وھذا لایتحقق الا فی حال ولایتہ لانہا حال قدرتہ علی ذلک[2] ۔

(۱) والیٔ شہر نے زید کو قسم دی کہ شہر میں جو بھی شر پسند ہو مجھے تو اس کی اطلاع دے گا، تو اطلاع دینے کی یہ قسم اس والی کی ولایت کی مدت کے ساتھ مقید ہوگی حالانکہ لفظوں میں اس قید پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ مثلاً اجازت وغیرہ موجود نہیں ہے مگر حال کی یہاں دلالت موجود ہے کہ قسم دینے کا عرف میں مقصد یہ ہوتا ہے کہ حاکم اس اطلاع پر شر کا تدارک کرے اور یہ تدارک صرف ولایت سے ہوسکتا ہے تو لازماً یہ قسم ولایت کے زمانہ سے مقید ہوگی۔ ہدایہ میں ہے کہ جب والی نے ایک شخص کو قسم دی کہ تو مجھے شہر میں کسی فسادی کے داخل ہونے پر اطلاع دے گا، تو یہ قسم اس والی کی ولایت کے زمانہ سے مختص ہوگی کیونکہ والی کا مقصد یہ ہے کہ وہ اس اطلاع پر شریر کو سزا دے کر شر کا خاتمہ کرے، لہذا ولایت کے خاتمہ کے بعد اس قسم کا کوئی فائدہ نہیں ہے، فتح القدیر میں ہے کہ قسم کا زمانہ ولایت سے مختص ہونا دلالتِ حال کی وجہ سے ہے اور وہ یہ کہ اس قسم دینے کا مقصد شریر کو سزا دے کر اس کے یا غیر کے شر کو ختم کرنا ہے جبکہ یہ مقصد اس والی کی ولایت سے حاصل ہوسکتا ہے کیونکہ ولایت کی وجہ سے وہ اس مقصد پر قادر ہوتا ہے (ت)

(۲) ہر مدیون خود کہ از دین منکر بود و دائن گواہان نداشت سوگند خورد ترا بدر قاضی کشم و حلف گیرم مدیون اعتراف کرد یا دائن

(۲) مقروض جب قرض سے انکار کرے اور قرض خواہ کے پاس گواہ نہ ہوں تو قرض خواہ قسم اٹھائے کہ میں تجھے قاضی کے دربار میں پیش کروں گا

---

[1] ہدایہ کتاب الایمان مسائل متفرقہ مکتبۃ العربیہ کراچی ۲/ ۴۸۶

[2] فتح القدیر " نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۴۶۸

را گواہان بدست آمدند یمین ساقط شود کہ بدلالت حال متقید بحال انکار و عدم وجدان شہود بود۔ در درمختار ست حلف ان یجرہ الی باب القاضی و یحلفہ فاعترف الخصم او ظہر شہود سقط الیمین لتقیدہ من جہۃ المعنی بحال انکارہ[1] اھ قال الشامی لکن ہذا التعلیل لایظہر بالنسبۃ الی قولہ او ظہر شہود فانہ بظہور الشہود لم یزل الانکار بل العلۃ فیہ انہ بعد ظہور الشہود لا یمکن التحلیف تأمل[2] اھ اقول لہ ان لایستشہدہم و یطلب حلفہ فکیف لا یمکن کما یوہمہ قول العلامۃ لایمکن التحلیف فالاولی ان یقال لتقیدہ بانکارہ وعدم وجدان الشہود اذ لاحلف علی مقر ولا مع بینۃ شہدت، فی الدر

اور وہاں تجھ سے قسم لوں گا تو اس کی قسم کے بعد مدیون و مقروض شخص نے قرضے کا اعتراف کرلیا یا قرض خواہ کو گواہ مل گئے، تو قرض خواہ کی قسم ساقط ہوجائے گی، کیونکہ حال کی دلالت سے وہ قسم انکار و گواہوں کے نہ ہونے کی حالت میں مخصوص قرار پائے گی۔ درمختار میں ہے کہ قرض خواہ نے قسم کھائی کہ میں تجھے قاضی کے دربار میں پیش کرکے تجھ سے قسم دلاؤں گا تو اس دھمکی پر مقروض نے قرض کا اقرار کرلیا یا اس کو گواہ مل گئے تو قسم ساقط ہوجائیگی کیونکہ قسم کھانے والے کی یہ قسم مقروض کے انکار کے ساتھ مقید قرار پائے گی اھ، اس پر علامہ شامی نے فرمایا کہ اس وجہ اور علت کا تعلق صرف مقروض کے انکار سے ہے، گواہوں کے دستیاب ہونے کی بات سے نہ ہوگا کیونکہ گواہوں کی دستیابی کے باوجود انکار باقی رہ سکتا ہے، تو گواہوں کی دستیابی پر قسم ساقط ہونے کی علت یہ ہوگی کہ گواہوں کی موجودگی میں قاضی کے ہاں قسم دلانا ممکن نہ رہے گا، اس میں غور چاہئے اھ (میں نے اس پر یہ حاشیہ لکھا) **اقول** (میں کہتا ہوں) علامہ شامی کا فرمانا کہ گواہوں کی موجودگی میں قسم دلانا ناممکن ہے کیسے صحیح ہوسکتا ہے جبکہ مدعی کو اختیار ہے کہ وہ گواہ پیش کرنے کی بجائے مقروض منکر کو قسم دلائے، لہذا قسم کو ناممکن کہنا درست

---

[1] درمختار باب الیمین فی الاکل والشرب واللبس والکلام مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۰۴

[2] ردالمحتار " " " " " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۱۰۶

عن البحر الیمین کالخلف عن البینة فاذا جاء الاصل انتھی حکم الخلف اھ[1] ولا یرضی الطالب بحلف المنکر مادام یقدر علی الشھود مخافة ان یحلف فیذھب مالہ فیتقید بھما عرفا، **اقول** و لیس ھذا السقوط لعدم تصور البر بقاء فان قلت الیس فی الدر قال المدعی لی بینة حاضرة فی المصر وطلب یمین خصمہ لایحلف خلافا لھما و لو حاضرة فی مجلس الحکم لم یحلف اتفاقا ابن ملک اھ[2]، قلت الیس ان الاحضار والاخبار کلیھما بیدہ فان الشھود لایحضرون مالم یحضروا ولایعلم القاضی ان لہ بینة فی المصر مالم یخبر فالامکان حاصل لاشک اما اولا فلان الیمین مطلقة فلا یضرھا انتفاء

نہیں بلکہ یُوں کہنا بہتر تھا کہ وہ قسم، انکار اور گواہوں کے دستیاب نہ ہونے سے مقید قرار پائے گی، کیونکہ اقرار کرلینے پر اور گواہوں کی شہادت پر قسم کی ضرورت نہیں رہتی۔

درمختار میں بحر سے منقول ہے کہ قسم، گواہی کا خلیفہ بنتی ہے تو جب اصل حاصل ہوجائے تو خلیفہ کی ضرورت نہیں رہتی اھ، اور نہ ہی حق والا گواہوں کی موجودگی میں قسم دلانے پر راضی ہوتا ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ مقروض جھُوٹی قسم اٹھادے تو اس کا قرض ضائع ہوجائے، لہذا عرفاً یہ قسم دونوں حالوں (انکار اور گواہ نہ ہونے) سے مقید قرار پائے گی۔ **اقول** (میں کہتا ہُوں کہ) گواہوں کی موجودگی میں قسم کا یہ سقوط اس لئے نہیں کہ بالآخر قسم کا پورا ہونا متصور نہیں ہوسکتا کہ قسم کا پورا ہونا ممکن ہوجانے پر ختم ہوجاتا۔ اگر تو یہ اعتراض کرے کہ کیا درمختار میں یہ موجود نہیں کہ جب قاضی کے ہاں مدعی یہ کہے کہ میرے گواہ ہیں لیکن وُہ شہر میں موجود ہیں اور مدعی اس صورت میں اپنے مخالف سے قسم کا مطالبہ کرے، تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک قاضی مخالف کو قسم نہ دلائے گا۔ صاحبین کا مسلک اس کے خلاف ہے اور اگر مدعی کے گواہ قاضی کی مجلس میں حاضر ہوں تو بالاتفاق قسم نہ لی جائیگی، ابن ملک اھ (تو قسم دلانے کا احتمال ختم ہوجانے سے قسم ساقط ہوجائیگی) قلت (میں کہتا ہوں) کیا گواہوں کو حاضر کرنا اور قاضی کو گواہوں کی موجودگی

---

[1] درمختار کتاب الدعوٰی مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۱۸

[2] " " " ۲/۱۱۹

تصور البر فیما بعد واما
ثانیا فلانہ متصور اما فی
الشھود فلما ذکرنا واما فی
الاقرار فلان من اقر
عند الطالب لایجب ان
یقر عند القاضی فلعلہ
اذا احضر الیہ انکر فیحلفہ
فالتصور حاصل قطعا فلا سقوط
الا للتقیید العرفی[1] اھ ماکتبت
علیہ ثم رأیت الامام
ابابکر محمد بن ابی المفاخر
بن عبدالرشید الکرمانی
ذکرہ فی جواھر الفتاوی
کتاب الایمان، الباب الثانی
فتاوی الامام جمال الدین
البزدوی، فرأیتہ افاد
فوائد منھا التعلیل بدلالۃ
الحال الملحقالہ بمسألۃ
تحلیف الوالی لیعلمنہ
بکل داعر ومنھا ان التقیید
بالانکار فی صورۃ الاقرار
ومنھا ان فی سقوط الیمین
بظھور الشھود خلافا وان

کی خبر دینا مدعی کے اختیار میں نہیں ہے، ضرور اس کے
اختیار میں ہے کیونکہ جب تک وہ گواہوں کو حاضر نہ کرے
وُہ پیش نہ ہوں گے اور یُوں ہی جب تک وُہ قاضی کو
گواہوں کی موجودگی کی خبر نہ دے قاضی کو معلوم نہ ہو سکے گا
کہ اس کے پاس گواہ ہیں، تو بہرصورت گواہوں کی موجودگی
کے باوجود مدعی علیہ سے قسم لینے کا امکان قاضی کے
ہاں باقی ہے، اولاً تو اس لئے کہ مذکورہ قسم مطلق ہے
تو تاحال قسم پُورا ہونا متصور نہ ہو تو اس کے لئے کچھ مضر
نہیں ہے، اور ثانیاً اس لئے کہ قسم کا پورا ہونا ابھی
ممکن ہے گواہوں کی موجودگی کی صُورت میں تو ہم نے
وجہ ذکر کر دی، اور مدعی علیہ کے اقرار کی صورت میں
اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ مدعی علیہ، مدعی کے پاس تو
اقرار کرتا ہو تو یہ ضروری نہیں کہ وہ قاضی کی مجلس میں بھی
اقرار کرے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ مدعی علیہ کو جب قاضی کے
ہاں پیش کیا جائے تو وُہ انکار کر دے تو اس صورت
میں قاضی کا اس سے قسم لینا متصور ہے تو معلوم ہُوا کہ
بہرصورت ابھی قسم کا تصور باقی ہے لہذا یہاں قسم کا سقوط
صرف عرفی قید کی وجہ سے ہوگا نہ کہ حلف کا امکان ختم
ہوجانے سے قسم کا سقوط ہوگا، اس پر میرا حاشیہ ختم ہوا۔
اس کے بعد میں نے امام ابوبکر محمد بن ابی المفاخر بن
عبدالرشید کرمانی کو جواہر الفتاوٰی کی کتاب الایمان
کے دُوسرے باب، امام جمال الدین بزدوی کے
فتاوٰی میں ذکر کرتے ہُوئے پایا جس میں ان کو بہت سے

---

[1] جدالممتار علی ردالمحتار

الفتوی علی السقوط وھذا نصہ
رحمہ اللہ تعالٰی رجل ادعی
علی اٰخر کذا منا حنطۃ
فانکر المدعی علیہ فحلف
المدعی بطلاق امراتہ
ان یجرہ الی باب القاضی
ویحلفہ علی ذٰلک ثم ان
المدعی علیہ اقر بما
ادعی استغنی عن الیمین
ویکون بارا فی یمینہ
لان الحلف علی ان
یحلفہ مادام منکرا فاذا
اقر فات الانکار ولیس
ھذا کما لو قال لاشربن
الماء الذی فی ھذا
الکوز فاریق الماء انہ
یحنث لان الیمین ھناک
علی الشراب ولم یشربہ
وھھنا الیمین علی الانکار
فلم تبق الیمین وصار
کانہ حلف مع السلطان
ان یعلمنہ بکل داعر
دخل المدینۃ ثم عزل
السلطان سقط یمینہ لانہ
حلف علی ان یعلمہ مادام

فائدے ذکر کرتے ہُوئے دیکھا، جن میں ایک فائدہ یہ کہ ،
والیٔ شہر کا کسی کو قسم دینا کہ وہ آکر ہر فسادی کی اطلاع
دے گا' والے مسئلہ میں، قسم کا والی کی ولایت باقی
رہنے کی علت، دلالت حال کو بنایا۔ دوسرا فائدہ'
مدعی کی قسم کا انکار سے مقید ہونا صرف مدعی علیہ کے اقرار
کی صورت میں ہے گواہوں کی صورت میں نہیں (جیسا
کہ اوپر بحث گزری)۔ تیسرا فائدہ گواہوں کی صورت
میں قسم کا ساقط ہونا مختلف فیہ ہے جبکہ فتوٰی یہ ہے
کہ ساقط ہو جائے گی۔ امام جمال الدین کی عبارت
یُوں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوٰی کیا کہ اس کے
ذمے ہماری اتنی گندم ہے تو مدعا علیہ نے انکار کر دیا تو اس
پر مدعی نے اپنی بیوی کی طلاق کی قسم کھائی کہ میں اس کو
قاضی کے دربار میں پیش کر کے اس کو قسم دلاؤں گا'
تو اس دھمکی کے بعد مدعا علیہ نے اس کے دعوٰی کا اقرار
کرلیا تو اب قاضی کے پاس لے جا کر قسم دلانے کی
ضرورت نہ ہوگی اور قسم کھانے والا مدعی اپنی قسم سے
بری ہو جائے گا کیونکہ اس کی قسم دلانے کی قسم اس
مدعا علیہ کے انکار پر تھی، تو جب اس نے اقرار کرلیا تو
انکار ختم ہوگیا۔ اور یہ معاملہ ایسا نہیں کہ کوئی قسم کھائے
کہ میں اس کوزے کے پانی کو ضرور نوش کروں گا، تو
قسم کے بعد کوزے کا پانی گرا دیا گیا ہو، تو قسم ٹوٹ
جائے گی، کیونکہ یہ قسم کوزے کے پانی کو پینے سے
متعلق تھی تو وہ اسے پی نہ سکا لیکن یہاں قسم انکار پر
مبنی تھی جو ختم ہوگیا، تو قسم بھی ختم ہوگئی، جیسا کہ حاکمِ شہر
کسی کو قسم دے کہ تو مجھے شہر میں داخل ہونے والے

هوالوالی فی البلد فکذٰلک ھنا بدلیل انہ لوحملہ الی القاضی لایحلفہ فاذا لافائدۃ فی حملہ الی القاضی ھکذاعـہ ذکر، وھذا الجواب یوافق قول القاضی ابی الہیثم ویخالف قول القاضی الامام الصاعدی فانہ ذکر فی فتاواہ ھذہ المسألۃ الا انہ وضع المسألۃ ھکذا ذکر مکان اعتراف المدعی علیہ انہ ظہرلہ شہود وقال القاضی الامام ابو الہیثم سقط یمینہ وقال الصاعدی لایسقط بل یقع طلاقہ فاذا جواب شیخنا جمال الدین وافق جواب القاضی ابی الہیثم وھو الصحیح وعلیہ الفتوٰی[1] اھ۔

ہر فسادی کی اطلاع دے گا، اس کے بعد وُہ حاکم معزول ہوجائے تو اس کی دی ہُوئی قسم بھی ختم ہوجائیگی، کیونکہ یہاں بھی قسم کا مطلب یہ تھا کہ میری ولایت جب تک ہے اس وقت تک اطلاع دینی ہوگی تو یہاں بھی یہی صورت ہے کیونکہ مدعی اگر مدعٰی علیہ کو اب قاضی کے ہاں پیش کرے تو قاضی اس سے قسم نہ لے گا اس لئے اب قاضی کے ہاں لے جانے کا فائدہ نہ رہا، اس کو امام جمال الدین بزدوی نے یونہی ذکر فرمایا ہے، یہ امام جمال الدین بزدوی کا جواب قاضی ابوہیثم کے قول کے موافق ہے اور قاضی امام صاعدی کے قول کے مخالف ہے، کیونکہ امام صاعدی نے اس مسئلہ کو اپنے فتاوٰی میں ذکر کیا اور مدعٰی علیہ کے اعتراف کی بجائے انھوں نے گواہوں کے موجود ہونے کو ذکر کیا، جبکہ قاضی امام ابوہیثم نے کہا کہ قسم ساقط ہوجائے گی اور امام صاعدی نے کہا کہ قسم ساقط نہ ہوگی بلکہ گواہوں کے موجود پانے پر مدعی کی قسم کے مطابق اس کی بیوی کو طلاق ہوجائے گی تو جب ہمارے شیخ جمال الدین بزدوی کا جواب قاضی ابوہیثم کے جواب کے موافق ہے تو یہی صحیح ہے اور اسی پر فتوٰی ہے، اھ۔ (ت)

(۳) مدیون راسوگند داد فلاں روزحق من دہی و دستم بگیری و بے دستوری من بیرون

(۳) کسی نے اپنے مقروض کو قسم دی کہ تو مجھے فلاں روز میرا قرض دے گا اور میرا ہاتھ پکڑے گا

عـہ قولہ ھکذا ذکر ای الامام جمال الدین البزدوی ومن ھٰھنا الٰی اٰخرما نقلنا کلام الامام الکرمانی جامع تلک الفتاوٰی ۱۲ منہ۔

اس کا قول یونہی ذکر کیا ہے یعنی امام جمال الدین بزدوی نے ذکر کیا ہے اور یہاں سے آخر تک جو عبارت ہم نے نقل کی ہے وہ امام کرمانی کا کلام ہے جو اس فتاوٰی کے جامع ہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] جواہر الفتاوٰی کتاب الایمان

نہ روی باز مدیون ہمیں روز دینش داد و دستش
نگرفت و بے دستوری او بیرون رفت حانث
نشود کہ ایں یمین عرفاً مقید ست بحال دین۔ ردالمحتار
ست فی البزازیة حلفه لیوفین حقه
یوم کذا ولیأخذن بیده ولا
ینصرف بلا اذنه فاوفاه
الیوم ولم یأخذ بیده
وانصرف بلا اذنه لا یحنث
لان المقصود وھو الایفاء
اھ، قلت وقد تقدم
ان الایمان مبینة علی
الالفاظ لا علی الاغراض
وھذا المقصود غیر ملفوظ
لکن قدمنا ان العرف
یصلح مخصصا وھنا
کذلك فان العرف یخصص
ذلك بحال قیام الدین قبل
الایفاء ویوضحه ایضا ما یأتی
قریبا عن التبیین[1] اھ ما
فی الشامی۔

اقول والذی یظھر للعبد
الضعیف ان ھنا ثلث ایمان
فالاخیرة متقیدة بنفس

اور میری رضا کے بغیر باہر نہ جائے گا، پھر مقروض نے
اسی دن قرض ادا کر دیا اور اس کا ہاتھ پکڑے بغیر
باہر چلا گیا تو اس کی قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ یہ قسم عُرف میں
قرض ذمہ ہونے کی وجہ سے تھی، تو قرض ختم ہونے پر
قسم ساقط ہوجائے گی۔ ردالمحتار میں ہے کہ بزازیہ
میں ہے کہ قرض خواہ نے مقروض کو قسم دی کہ تُو مجھے
فلاں دن میرا حق دے گا اور میرا ہاتھ پکڑے گا اور میری
مرضی کے بغیر باہر نہ جائیگا، تو مقروض نے اس کو قرض اسی
روز دے دیا اور ہاتھ پکڑے اور اس کی مرضی کے بغیر
باہر واپس چلا گیا تو قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ اس قسم کا مقصد قرض
وصول کرنا تھا اھ۔ قلت میں کہتا ہوں کہ یہ گزر چکا
ہے کہ قسموں کی بنیاد الفاظ ہوتے ہیں، اغراض بنیاد
نہیں ہوتے، اور مذکورہ قسم کا مقصد الفاظ میں مذکور
نہیں ہے، لیکن جیسا کہ پہلے ہم نے ذکر کر دیا ہے کہ
عرف تخصیص پیدا کر دیتا ہے تو یہ بھی ایسے ہی ہے کیونکہ
یہاں بھی عُرف نے اس قسم کو قرض کی موجودگی کے ساتھ
مختص کر دیا ہے کہ اس کی ادائیگی سے قبل تک ہوگی،
اس کی وضاحت عنقریب تبیین الحقائق سے بیان
کی جائے گی، علامہ شامی کا ردالمحتار میں بیان
ختم ہُوا۔

اقول (میں کہتا ہوں کہ) مجھ ضعیف
بندے پر جو ظاہر ہو رہا ہے وہ یہ کہ یہاں ردالمحتار
کے بیان کردہ مسئلہ میں تین قسمیں ہیں جن میں سے

---

[1] ردالمحتار باب الیمین فی الاکل والشرب دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۱۰۶

لفظ الاذن کما تقدم والاولٰی کانت موقتة والممتنع الایفاء فی ذٰلک الوقت لحصولہ قبلہ فسقطت لعدم تصور البر ثم رأیتھم بہ عللوہ، وللہ الحمد، اما الثانیة فمجاز عن الایفاء ای لیعینہ لوفاء دینہ اذ من المعلوم قطعا ان لیس المراد خصوص اخذ العضو وھی مطلقة وقد بر فیھا اذا وفی وان فرضت لوقتہ بالتوقیت المذکور فقد سقطت ایضا وھذا معنی قول الوجیز لان المقصود ھو الایفاء فلیس ھنا مدخل اصلا للتخصیص بدلالة الحال واللہ تعالٰی اعلم بحقیقة الحال ولیس فیما اتی بہ بعد عن التبیین الا ان الیمین تتقید بمقصود الحالف ولھذا تتقید بالصفة الحاملة علی الیمین وان کانت فی الحاضر علی ما بینا من قبل اھ۔[1]

آخری یعنی "میری اجازت کے بغیر واپس نہ جائے گا" یہ قسم لفظِ اجازت سے مقید ہے جیسا کہ گزرا ہے، اور ان میں سے پہلی قسم یعنی "تو میرا حق فلاں روز ادا کرے گا" یہ وقت سے مقید ہے یعنی موقت ہے، جبکہ مقررہ اِس دن میں حق کی ادائیگی نہیں ہوسکی کیونکہ ادائیگی مقررہ دن سے پہلے ہوچکی ہے اس لئے قسم ختم ہوجائے گی کیونکہ مقررہ دن میں پُورا کرنا ممکن نہ رہا، پھر اس بیان کے بعد میں نے دیکھا تو فقہائے نے قسم کے خاتمہ کی یہی علت بیان فرمائی وللہ الحمد، لیکن دوسری قسم یعنی "تو میرا ہاتھ پکڑ لے" یہ حق پُورا کرنے سے مجاز ہے، یعنی تاکہ یہ بات حق کی ادائیگی میں مددگار بنے، کیونکہ خاص عضو یعنی ہاتھ پکڑنا مقصود نہیں ہے، لہذا یہ قسم مطلق قرار پائی، اور یہ حق کی ادائیگی ہوجانے پر پُوری ہوچکی ہے، اور اگر اس دوسری قسم کو مطلق کی بجائے وقت یعنی مقررہ دن سے مقید اور موقت قرار دیا جائے تو تب بھی یہ ساقط قرار پائیگی، جبکہ وجیز کے اس کہنے کا کہ یہاں مقصود صرف حق کو پُورا کرنا ہے اور یہاں حال کی دلالت سے تخصیص کا کوئی دخل نہیں ہے، کا یہی مطلب ہے جبکہ اللہ تعالٰی ہی حقیقتِ حال کا بہتر عالم ہے، اور بعد میں تبیین الحقائق کے حوالہ سے جو ذکر کیا وہ صرف یہی ہے کہ یہ قسم حالف کے مقصد سے مقید ہوگی لہذا قسم کی وجہ بننے والی صفت سے یہ مقید قرار پائے گی اگرچہ وہ صفت حاضر چیز میں پائی جائے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا

---

[1] ردالمحتار باب الیمین فی الاکل والشرب دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۰۷

35

ولا كلام فيه انما الكلام فی حصول التخصيص هنا ثم كلام التبيين فی صفة ملفوظة كلا يكلم عبد فلان وتريدون ههنا اثبات غير الملفوظ فلا يوضحه ما فی التبيين وغاية ما يقال ان المعنی ليوفين يوم كذا ان لم يوف قبله فهذا التقييد بدلالة الحال وهو المقصود الغير الملفوظ فيكون الاولی مبرورة ساقطة واللہ تعالٰی اعلم، وچوں دریں مثال در دلالت حال مجال مقال وسیع آمد مثالے دگر جایش بنشانیم دائن حلف گرفت کہ رُوئے از من نپوشی ومعنی ایں پیمان آنست کہ ہرگاہ ترا طلبم وتو بر طلب من مطلع شوی ظاہر گردی ورنہ فرد روپوشی مدیون در غیر آں طلب دائن بے اطلاع بر طلب دائن موجب حنث نیست گو از ترس دائن باشد چنانکہ بخوف او رخ پوشاں بباز از رفتن زیراکہ ایں روئے پوشیدن بخیال ست نہ از و سوگند بریں بود نہ براں ایں یمین بدلالت حال مقید ست بزمان بقائے دین تا آنکہ اگر دو دائن بودند

(تبیین الحقائق کے آخر کلام تک) جبکہ یہاں یہ بحث نہیں کہ مقصد سے مقید ہوگی یا نہیں، بلکہ یہاں تو دلالتِ حال سے تخصیص میں بحث ہے اور پھر تبیین الحقائق کی بات کا تعلق لفظوں میں مذکور صفت سے ہے، مثلاً میں فلاں کے غلام سے بات نہ کرونگا جبکہ آپ تو یہاں غیر ملفوظ کو ثابت کرنا چاہتے ہیں، لہذا تبیین الحقائق کا کلام اس بحث کی وضاحت نہیں بن سکتا، انتہائی بات جو کی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ قسم میں "فلاں دن حق پُورا کرے گا" کا معنٰی یہ ہوگا کہ اگر اس دن سے قبل حق پُورا نہ کرے تو اس دن ادا کرے گا، تو قبل ازیں پُورا نہ کرنے سے قسم مقید ہوگی اور یہ مقصد لفظوں میں غیر مذکور ہے جو صرف دلالتِ حال سے قید کے طور پر معلوم ہورہا ہے، تو پہلی قسم پُوری ہوکر ختم ہوگئی، واللہ تعالٰی اعلم۔ چونکہ مذکورہ مثال میں دلالتِ حال کے متعلق بحث کی وسیع گنجائش پیدا ہوگئی، اس لئے ایک اور مثال یہاں پیش کرتا ہُوں کہ ایک قرض خواہ نے مقروض کو قسم دی کہ تُو مجھ سے مُنہ نہ چھپائے گا، تو اس عہدو پیمان کا معنٰی یہ ہے کہ جب میں تجھے طلب کروں اور تُو میری طلب پر مطلع ہوجائے تو فوراً سامنے آنا ہوگا، اس لئے اگر وُہ اس کی طلب کے بغیر یا طلب پر اطلاع نہ پانے پر رُوپوشی کرے تو قسم کی خلاف ورزی نہ ہوگی اگرچہ یہ رُوپوشی اس قرض خواہ کے ڈر سے ہی ہو مثلاً قرض خواہ کے سامنے آجانے پر مقروض منہ پھیر کر رُک جائے، کیونکہ یہ رُوپوشی دُوسرے خیال

و دین یکے ادا شد یمین در حق او منتہی گشت و در وجیز کردری فصل ۱۸ فی قضاء الدین فرمود حلف الدائن المدیون کہ از من رونپوشی ولم یوقت فکل وقت طلبہ و علم بہ ولم یظھر لہ حنث وان دخل السوق متواریا لایحنث وان طلبہ ولم یعلم بہ ولم یظھر لوجہ لایحنث ولو کان حین حلف بھذا الوجہ رب الدین اثنین فقضی لاحدھما انتھی الیمین فی حقہ[1]، در مسئلہ دائرہ نیز حال دال ست کہ غرض یمین ہمیں ہجران پسر و تباعد از ذریت و مساکنت او و سزا دادنش بدوری از خانہ و خوان خود ست پس متقید باشد بزمان بقائے ایں مقاصد چوں پدر خودش ترک مہاجرت گفت و او سر انتقام درگذشت یمین منتہی گشت چنانکہ در فروع مذکورہ چوں بعزل سلطان و اقرار مدیون و ظہور گواہان و ادائے دیون آں اغراض نماند سوگند نماند۔

سے ہے نہ کہ اس کی طلب سے رُوپوشی ہے، لہذا کسی اور وجہ سے رُوپوشی پر قسم نہ ٹوٹے گی، کیونکہ قسم کا تعلق کسی اور وجہ سے نہیں ہے، تو یہ قسم دلالتِ حال کی وجہ سے قرض باقی رہنے کے حال سے مقید ہوگی، حتی کہ اگر قرض خواہ دو شخص ہوں دونوں نے یہ قسم دی ہو تو دونوں میں سے جس کا قرض ادا کردے گا اس کے حق میں قسم ختم ہوجائے گی۔ وجیز کردری کی فصل ۱۸ قرض کی ادائیگی میں فرماتے ہیں کہ قرض خواہ نے مقروض کو قسم دی کہ تو مجھ سے رُوپوشی نہ کرے گا اور قسم میں کسی وقت کا ذکر نہ کیا تو اس قسم کا معنیٰ یہ ہوگا کہ جب بھی وہ اس مقروض کو طلب کرے اور مقروض کو اس طلب کا علم ہوجائے تو اس وقت رُوپوشی نہ کرے، لہذا قرض خواہ کی طلب پر مقروض اطلاع پانے کے باوجود حاضر نہ ہو اور سامنا نہ کرے تو قسم ٹوٹ جائے گی، اور اگر بغیر طلب یا طلب پر اطلاع نہ پائی ہو اور بازار میں ویسے ہی قرض خواہ کے ڈر سے رُوپوشی کرکے نکلے تو قسم نہ ٹوٹے گی اگر اس صورت میں دو قرض خواہ ہوں جنہوں نے اس کو یہ قسم دی ہو تو ایک کا قرض ادا کردیا تو اس کے حق میں قسم ختم ہوجائیگی۔ زیرِ بحث مسئولہ مسئلہ میں بھی اس قسم کا مقصد بیٹے سے بائیکاٹ، اس کو گھر اور رہائش سے دُور رکھنا اور اپنے گھر اور دسترخواں سے باز رکھنے کی سزا ہے، لہذا یہ قسم بھی دلالتِ حال کی وجہ سے ان مقاصد سے مقید ہوگی اور جب باپ نے خود یہ تمام باتیں ختم کردیں اور سزا ترک کردی تو قسم ختم ہوجائے گی جیسا کہ مذکورہ بالا مسائل میں، حاکم کی معزولی مقروض کے اقرار، گواہوں کی حاضری اور قرض کی ادائیگی جیسے قسم کے اغراض ختم ہوجانے سے قسم ختم ہوجاتی ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ الثامن عشر فی قضاء الدین نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۲۳۰

اقول اولاً فرق ست میان انتفائے مقصود وانعدام قصد و فروع مستشہدہ افعال محلوف علیہا خود از ثمرات مخصوصہ تہی شدہ است چوں والی معزول شد اطلاع او بر آمدن مفسد در شہر چہ سود دہد و مقصود از بردن منکر پیش قاضی وحلف از و خواستن آں بود کہ قاضی او را بر حلف مجبور کند و بر معتر حلف نتواں نہاد پس تحلیف صورت نہ بندد و طلب حلف مسموع نشود و چوں بر دعوٰی مدعی گواہان عادل شرعی باشند نیز از منکر حلف نگیرند و ہمچو گواہاں داشتن وباز کار بر زبان صاحب انکار گزاشتن حق خود را درخطر افگندن ست کہ خلاف مقصود ست پس بہر وجہ ثمرہ مطلوبہ مفقود ست و بعد ادائے دین با روئے مدیون چہ کار ماندہ است کہ پوشیدن و نمودن ثمرہ دہد و مقصود زن حصول انس بمصالحت شوہر و منع وحشت بوحدت ست و ایں بعد زوال زوجیت میسر نیست زن مرد اجنبی را نگوید کہ با من باش و جدا مشو بخلاف صورت دائرہ کہ بجا نہ نگزاشتن بچگاں مثمر دوری و ہجران و سزائے ناشکری و کفران ست مگر حالف حالا زیں قصد برگشتہ است پس ایں نیست کہ آں کار ثمرہ نیارد بلکہ خود او خواہش آں ثمرہ ندارد بالجملہ از نماندن مقصود تا قصد نمادن مقصود فرق عظیم ست ایں دوم زنہار مبطل یمین نتواں شد ورنہ

اقول (میں کہتا ہوں) **اوّلاً** جواب یہ ہے کہ مقصود کا منتفی ہونا، اور اس کا قصد نہ کرنا یہ دو مختلف چیزیں ہیں جبکہ شُبہہ میں مذکور مسائل میں جن کاموں کے متعلق قسم ہے وُہ کام اپنے مخصوص مقاصد سے خالی ہوتے ہیں کہ جب والیٔ شہر معزول ہوجائے تو شہر میں مفسد شخص کے داخل ہونے کی اطلاع اس کو دینے میں کیا فائدہ ہوگا۔ اور منکر کو تو قاضی پر پیش کرکے اس سے قسم لی جاسکتی ہے تاکہ قاضی اس کو قسم پر مجبور کرے لیکن جب قرض کا اقرار کرلیا تو اب اس سے قسم نہیں لی جاسکتی اور اس سے قسم کا مطالبہ نہیں ہوسکتا۔ اور جب مدعی کے دعوٰی پر شرعی عادل گواہ موجود ہوں تو منکر سے قسم نہیں لی جاتی اور اسی طرح گواہوں کی موجودگی میں اپنے حق کو منکر کی زبانی حلف کے سپرد کرنا اپنے حق کو خطرہ میں ڈالنا بھی مقصود کے خلاف ہے تو یہ تمام صُورتیں قسم کے مقصد کے خلاف ہیں، اور قرض ادا کردینے کے بعد مقروض کے چہرہ کو دیکھنے سے کیا کام ہے اب رُوپوشی کرنا نہ کرنا کیا معنی رکھتا ہے، اور بیوی نکاح کی موجودگی میں تو علیحدہ رہنے میں تنہائی کی وحشت کو ختم کرنے اور اپنے خاوند سے صلح کرکے مانوس ہونے کی کوشش کرے گی جبکہ نکاح ختم ہوجانے پر اس کا یہ مقصد بھی ختم ہوجاتا ہے کیونکہ اب اجنبی ہوجانے پر اس کو اپنے پاس رہنے کی بات نہ کرے گی اور نہ جُدائی کو ختم کرنے کی کوشش کرے گی، جبکہ زیر بحث مسئولہ معاملہ میں گھر میں نہ چھوڑنے کی قسم کا مقصد بیٹے کی ناشکری اور کفرانِ نعمت پر اس کو بائیکاٹ اور

همان مفاسد لازم آید کہ در جواب شبہہ چہارم یاد
کردیم حلفہائے مبتنی بر خشم وغضب بعد فرو شدن
خشم خود بخود برباد رود وہیچ جزا یا کفارہ لازم
نشود کہ بعد زوال غضب آں ثمرات را خواہش
نمی ماند بلکہ بسا اوقات نادم می شود و دلیل قاطع
بر بطلان آں احادیث کثیرہ عدیدہ صحیحہ سدیدہ
بسر حد استفاضہ کشیدہ ست کہ فرمودہ اند
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا حلفت علی
یمین فرأیت غیرھا خیرا
منھا فات الذی ھو خیر
وکفر عن یمینک[1] چوں سوگندے
خوری باز بینی کہ غیر او ازاں بہتر ست
پس آں بہتر را بجا آر و سوگندے را
کفارہ گزار، رواہ البخاری ومسلم
عن سمرۃ بن جندب
واحمد ومسلم والترمذی
عن ابی ھریرۃ والنسائی
وابن ماجۃ عن عوف
ابن مالک عن ابیہ رضی اللہ
تعالٰی عنھم وعبدالرزاق
عن ابن سیرین مرسلا
وابوبکر بن شیبۃ و
البیھقی عن امیر المؤمنین
عمر رضی اللہ تعالٰی
عنہ من قولہ وفرمودند

گھر سے دُور رکھنے کی سزا دینا ہے لیکن قسم والے نے
اب اپنے مقصد کو چھوڑ دیا تو اس سے قسم الا معاملہ
بے سُود اور بیکار نہ ہوگا کیونکہ یہاں مقصد فوت نہیں ہُوا
بلکہ خود اس مقصد کو ترک کر رہا ہے الحاصل، مقصود کا
باقی نہ رہنا اور اس کو مقصود نہ بنانا دو مختلف چیزیں ہیں
اور دونوں میں بڑا فرق ہے جبکہ دوسرا یعنی مقصد کو
مقصود نہ بنانا اور اس سے رُوگردانی کرنا قسم کو
قطعًا باطل اور کالعدم نہیں کرسکتا، ورنہ اس سے وہ
تمام مفاسد لازم آئیں گے جو شبہہ چہارم کے جواب
میں ہم نے ذکر کئے ہیں کہ غصہ اور ناراضگی پر مبنی
تمام قسمیں، غصہ ختم ہوجانے پر خود بخود ختم ہوجائینگی اور ان
پر کوئی جزا یا کفارہ لازم نہ آئیگا کیونکہ غصہ اور ناراضگی کے
دوران قسم کے جو مقاصد تھے وہ غصہ ختم ہوجانے پر
باقی نہ رہے بلکہ بسا اوقات غصہ کی حالت میں قسموں
پر ندامت ہوتی ہے تو لازم آئے گا کہ غصہ ہونے پر
کوئی کفارہ یا جزا مرتب نہ ہو حالانکہ اس کے بطلان پر کثیر
تعداد میں صحیح احادیث وارد ہیں جو غصہ ختم ہونے کے بعد بھی
ان قسموں پر حنث لازم آنے میں درجہ شہرت تک پہنچی ہیں،
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جب تُو قسم کھائے
تو دیکھو کہ اس قسم کا غیر یعنی خلاف بہتر ہو تو بہتر کو بجالا
اور قسم کا کفارہ دے۔ اس کو بخاری ومسلم نے سمرہ بن
جندب اور احمد اور مسلم اور ترمذی نے ابوہریرہ اور
نسائی اور ابن ماجہ نے عوف بن مالک کے والد سے
روایت کیا ہے اور عبدالرزاق نے ابن سیرین سے
مرسلًا اور ابوبکر بن شیبہ اور بیہقی نے موقوفًا امیرالمومنین

[1] صحیح بخاری کتاب الایمان والنذور قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۸۰

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انی واللہ ان شاء اللہ لا احلف علٰی یمین فاری غیرھا خیرا منھا الا کفرت عن یمینی واتیت الذی ھو خیر[1] بخدا اگر خدا خواہد ہر سوگندے کہ خورم باز غیر او بہتر ازو بینم ہماں بہتر را پیش نہم وسوگند را کفارہ دہم رواہ احمد وعبدالرزاق والبخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ عن ابی موسٰی الاشعری والطبرانی فی الکبیر و الحاکم والبیہقی عن ابی الدرداء والحاکم عن ام المومنین الصدیقۃ والطبرانی عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنھم وعبدالرزاق عن ام المومنین عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما من قولہ و عبدالرزاق وابن ابی شیبۃ وابنا حمید و جریر والمنذر وابوالشیخ والبیہقی عن امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ بمعناہ وفی الباب غیرھم رضی اللہ تعالٰی عنھم وفرمودند صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واللہ لان یلج احدکم بیمینہ فی اھلہ اٰثم لہ عند اللہ من ان یعطی کفارتہ التی افترض اللہ علیہ[2] یعنی اگر کسے دربارہ اہل خود برایذا و اضرار ایشاں

حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالٰی عنہم) سے روایت کیا ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: بخدا! اگر اللہ تعالٰی چاہے تو جو قسم بھی میں کھاؤں پھر اس کے بعد اس کے غیر کو بہتر پاؤں تو بہتر کو اختیار کروں گا اور قسم کا کفارہ دوں گا۔ اس کو احمد، عبدالرزاق، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے ابوموسٰی اشعری سے اور طبرانی نے کبیر میں، حاکم اور بیہقی نے ابودرداء سے، اور حاکم نے ام المومنین عائشہ صدیقہ سے، اور طبرانی نے عمران بن حصین سے (رضی اللہ تعالٰی عنہم) روایت کیا ہے۔ اور عبدالرزاق نے حضرت ام المومنین سے انھوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کا قول، اور عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، ابن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابوشیخ اور بیہقی نے امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بالمعنٰی روایت کیا ہے جبکہ اس باب میں دیگر صحابہ رضوان اللہ تعالٰی عنہم سے بھی روایات ہیں، اور خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں، اگر کوئی شخص اپنے اہل کے متعلق اس کو اذیت اور ضرر پہنچانے کے لئے قسم کھائے پس بخدا اس کو ضرر دینا اور قسم کو پورا کرنا عنداللہ زیادہ گناہ ہے اس سے کہ وہ اس قسم کے بدلے کفارہ دے جو اللہ تعالٰی نے اس پر مقرر فرمایا ہے[2] اس کو بخاری اور مسلم (شیخین) نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

---

[1] صحیح بخاری کتاب الایمان والنذور قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۸۰

[2] " " " " " " " " "

سوگند خورد پس بخدا کہ باضرار او برادر او باضرار شاں گناہگار تر باشد نزد خدا از ینکہ سوگند و کفارہ اش کہ خدائے مقرر فرمودہ ست ادا کند رواہ الشیخان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیداست کہ یمین فعل اختیاری ست و فعل اختیاری را از قصد غایتے چارہ نے و چوں غیر او راخیر یا بد رائے برگردد واں قصد نماند پس یمین ببطلان قصد باطل شدے کفارہ چرا۔

ثانیاً بانتفائے مقصود نیز مطلقا بطلان یمین البطلان ست اگر یمین مطلقہ آرد کہ فلاں را زند یا کشد یا پیش حاکم برد یا چناں خوراند یا پوشاند یا خلعت پوشاند یا خبرے خوش یا بدرساند الیٰ غیر ذٰلک مما یختص بالحیاۃ عرفا و نکرد تا آنکہ فلاں مُرد یقیناً حانث شود و کفارہ دہد اگر یمین بطلاق و عتاق بود فرود آید با آنکہ آں جملہ مقاصد بمرگش مرد و درہم خورد و کل ذٰلک واضح جلی و علیہ فروع جمۃ فی کتب المذھب و در خانیہ و کبری و محیط و تجنیس و خلاصہ و بزازیہ و ہندیہ و غیرہا ست رجل شاجر مع اخیہ و اختہ، فقال لھما بالفارسیۃ اگر من شمارا بکون خر اندر نکنم تکلموا فی ذٰلک والصحیح انہ یراد بھذا القھر والغلبۃ فلا یحنث حتی یموتا او یموت

سے روایت کیا ہے۔ ان روایات سے معلوم ہُوا کہ قسم اختیاری فعل ہے اور کوئی اختیاری فعل ارادہ اور قصد کے بغیر ممکن نہیں، تو اس کے باوجود جب اس کے خلاف کو بہتر جانے تو اس بہتر کو کرے اور اپنی رائے اور ارادہ کو تبدیل کردے اور اس کا قصد نہ کرے، تو اگر قسم والے فعل کا قصد ختم ہوجانے سے قسم ختم ہوجاتی ہے تو پھر ان احادیث میں کفارہ کا ذکر کس چیز پر ہے۔

ثانیاً جواب یہ ہے، مقصود کے انتفاء سے بھی علی الاطلاق اور علی العموم قسم کا باطل ہونا غلط ہے، مثلاً کوئی شخص غیر مقید طور پر قسم کھاتا ہے کہ میں فلاں کو ماروں گا، یا فلاں کی کھینچا تانی کروں گا، یا حاکم کے سامنے کروں گا یا فلاں چیز کھلاؤنگا یا پہناؤں گا، یا جوڑا پہناؤں گا یا فلاں کو خوشخبری دُوں گا، وغیرذالک، تو یہ قسمیں عرفاً پُوری زندگی بھر کے لئے ہوں گی اگر یہ کام نہ کئے حتی کہ وہ فلاں فوت ہوجائے تو یقیناً حانث ہوگا، اور کفارہ دینا ہوگا، اور یہ قسمیں طلاق یا عتاق سے متعلق تھیں ———— تو طلاق یا عتاق واقع ہوجائے گی کیونکہ فلاں کے فوت ہوجانے سے قسم کے تمام مقاصد ختم ہوجاتے ہیں یہ تمام امور واضح ہیں اور مذہب کی کتب میں ان پر کثیر مسائل متفرع کئے گئے ہیں۔ خانیہ، کبرٰی، محیط، تجنیس، خلاصہ، بزازیہ اور ہندیہ وغیرہا میں ہے کہ ایک شخص نے اپنے بھائی اور بہن سے جھگڑے میں ان کو کہا اگر میں تم دونوں کو گدھے کی دُبر میں داخل نہ کردوں تو فلاں چیز لازم آئے، تو اس قسم کی صورت میں

الحالف[1] اھ ھذہ الفظ الخانیۃ فی الایمان و ولفظھا فی الطلاق قال بعضھم لا یحنث ما داموا فی الاحیاء وقال بعضھم یحنث للحال لانہ عاجز عن ذٰلک ظاھرا الا ان ینوی بذٰلک القھر والتضییق علیھما فلا یحنث ما داموا فی الاحیاء فان مات الحالف او احد الاخوین قبل ان یفعل ذٰلک حنث وعلیہ الاعتماد[2] اھ وقال فی الکبرٰی وغیرھا وعلیہ الفتوی و چوں دلالت حال را باایں شبہہ کارے نماند از تنقیح مسئلہ اش آئندہ سخن رانیم ان شاء اللہ تعالٰی۔

فقہائے کرام نے بحث کی ہے اور صحیح یہ قرار دیا کہ یہ غصہ اور ناراضگی کی قسم ہے اور عمر بھر کے لئے قسم ہوگی اور اگر عمر بھر ان دونوں سے یہ کاروائی نہ کرے تو ان دونوں یا قسم کھانے والے کے فوت ہوجانے پر قسم ٹوٹ جائے گی اور کفارہ لازم آئے گا اھ یہ مذکور الفاظ خانیہ کی قسموں میں مذکور ہیں، اور خانیہ نے طلاق کی بحث میں یوں فرمایا کہ بعض نے کہا ہے کہ جب تک اس قسم سے متعلق حضرات زندہ ہیں قسم نہ ٹوٹے گی بلکہ ان میں سے کسی ایک کے فوت ہونے پر ٹوٹے گی' اور بعض نے کہا ہے کہ یہ قسم فی الحال ہی ٹوٹ جائے گی کیونکہ ظاہر حال میں وُہ ایسا کرنے سے عاجز ہے' ہاں اگر ان الفاظ سے اس نے غلبہ اور تنگی پیدا کرنے کی نیت کی ہو تو ان کی زندگی میں نہ ٹوٹے گی بلکہ مقصد کو پورا کرنے سے پہلے تینوں میں سے کسی کے فوت ہونے پر ٹوٹے گی، اور اسی پر اعتماد ہے اھ اور کبرٰی وغیرہ میں فرمایا کہ اسی پر فتوٰی ہے۔ اور جب دلالتِ حال کا اس شبہہ میں دخل نہیں تو اس مسئلہ کی تنقیح کو ہم آئندہ پر چھوڑتے ہیں ان شاء اللہ تعالٰی۔ (ت)

شبہہ سادسہ مبنائے یمین بر استحقاق پسر مر انتقام راست پس بدلالت حال متقید شود بزمان بقائے آں استحقاق چنانکہ از علمائے متاخرین علامہ سائحانی دریک مسئلہ استظہار کردہ ست در رد المحتار ست (تنبیہ) رأیت بخط شیخ مشائخنا السائحانی عند قول الشارح لو حلف ان یجرہ الخ

چھٹا شبہہ اس قسم کی بنیاد بیٹے کا باپ کی ناراضگی کی وجہ سے قابلِ سزا ہونا ہے، تو حال کی دلالت کا تقاضا ہے کہ یہ قسم بیٹے کے قابلِ سزا ہونے تک کے زمانہ سے مقید ہوگی جیسا کہ متاخرین علماء میں سے علامہ سائحانی نے ایک مسئلہ میں اس کا اظہار کیا ہے، اور ردالمحتار میں ہے تنبیہ میں نے اپنے شیخ سائحانی کا قول دیکھا کہ انھوں نے شارح کے اس قول پر کہ کوئی قسم کھائے کہ میں فلاں کو

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الایمان فصل فی الیمین علی الشتم والقذف نولکشور لکھنؤ ۲/ ۳۲۵

[2] ؍؍ ؍؍ کتاب الطلاق باب التعلیق ؍؍ ؍؍ ۲/ ۳۲-۲۳۱

ھذا یفید ان من حلف ان یشتکی فلانا ثم تصالحا و زال قصد الاضرار واختشی علیہ من الشکایۃ یسقط الیمین لانہ مقید فی المعنی بدوام حالۃ استحقاق الانتقام کما ظھرلی اھ فتأملہ۔[۱]

اقول ایں علامہ متاخر نیز ایں حکم در ہیچ کتاب سلف تا خلف اصلا نیافت محض رائے اوست کہ فرمود کما ظھرلی چنانکہ مرا ظاہر شدہ ست و علامہ شامی نیز برو اعتماد نکرد کہ مے فرماید فتأملہ ایں را تأمل کن و ایں خود سخنے تازہ نیست صدر کلامش بزوال قصد تمسک کرد و حالش در جواب شبہہ پنجم وچہارم شنیدی و استنباط از فروع در مسائل دلالت حال خواست و فرق انعدام قصد و انتفائے مقصود بما لامزید علیہ دیدی و آخر سخنش بحالت استحقاق انتقام حوالت نمود و ایں ہماں صفت داعیہ است کہ حالش بجواب شبہہ سوم شنیدی باز قصۂ سیدنا ایوب علٰی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام زوال قصد و استحقاق انتقام ہر دو را جواب شافی ووافی ست چنانکہ در رد شبہہ چہارم دیدی بالجملہ از جواب شبہہ ثالثہ تا ایں جا ہرچہ گفتہ ایم

قاضی کی عدالت میں پیش کروں گا الخ" تو انھوں نے اس پر فرمایا کہ شارح کے اس قول سے یہ فائدہ ہو رہا ہے کہ جو شخص قسم کھائے کہ میں فلاں کی شکایت کروں گا، پھر قسم کے بعد صلح ہو جائے اور فلاں کو ضرر دینے کا ارادہ ختم ہو جائے اور شکایت کرنے سے گھبرائے تو قسم ساقط ہو جائیگی کیونکہ یہ قسم معنوی طور پر انتقام کے ارادہ کی بقاء سے مقید ہے، یہ وُہ ہے جو مجھے معلوم ہو سکا ہے، اھ، تو غور کرو۔

اقول (اس کے جواب میں میں کہتا ہوں) کہ متاخرین میں سے اس علامہ مذکور نے یہ مسئلہ کسی کتاب سلف یا خلف میں نہ پایا بلکہ انھوں نے یہ بات اپنی رائے سے کہی ہے اسی لئے انھوں نے فرمایا: "جیسا کہ مجھے معلوم ہوا ہے" اور پھر علامہ شامی نے بھی اس پر اعتماد نہیں کیا اسی لئے انھوں نے اس قول کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ غور کرو، نیز انھوں نے اس کلام سے ابتداء نہیں کی بلکہ اس سے قبل انھوں نے قسم کی وجہ کو ترک کرنے کے قصد کو دلیل بنایا ہے جبکہ اس کا حال پانچویں اور چوتھے شُبہہ کے جواب میں آپ نے سُن لیا ہے۔ اور دلالتِ حال والے مسائل کی تفریعات سے استنباط کرنا چاہا، حالانکہ آپ نے قصد نہ کرنے اور مقصد کے خود فوت ہو جانے' کا فرق خوب سمجھ لیا ہے، آخر میں وُہ انتقام کے استحقاق کے حوالہ سے بات کر رہے ہیں اور یہ تمام امور قسم کے لئے داعی واسباب بن رہے ہیں، جبکہ ان کا حال تیسرے

---

[۱] ردالمحتار باب الیمین فی الاکل والشرب الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۱۰۶

ہمیں بریں سخن متوجہ است اگر نبودے کہ ایں سخن بخط عالمے برہامش کتابے نوشتہ یافتند حاجت بہ افراز او نبود وبقطع نظر از جملہ کلام سابق جوابے تازہ گویم کہ تقیید باستحقاق انتقام را مساغی نگزارد۔

شبہہ کے جواب میں آپ معلوم کرچکے ہیں، اور پھر یہ کہ حضرت سیدنا ایوب علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصہ میں وجہ قسم کو ترک کرنے کا قصد اور انتقام کے استحقاق کے خاتمہ، دونوں چیزوں کا کافی اور شافی جواب موجود ہے جیسا کہ آپ نے چوتھے شبہہ کے رَد میں دیکھ لیا ہے غرضیکہ تیسرے شبہہ کے جواب سے لے کر یہاں تک جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے وہ تمام اس بات سے ہی متعلق ہے، اگر کسی کتاب کے حاشیہ پر کسی عالم کی یہ بات لکھی ہُوئی نہ ہوتی تو اس کو واضح کرنے کی ضرورت نہ تھی، تاہم سابقہ تمام گفتگو سے قطع نظر کرتے ہوئے ہم اس بات کا کہ اس قسم کا استحقاقِ انتقام سے تعلق نہیں ہے اور یہ اس سے مقید نہیں ہے، نئے انداز سے اثبات کرتے ہیں۔ (ت)

فاقول وباللہ التوفیق اوّلاً زید کہ سوگندے خورد کہ شکایت عمرو پیش حاکم بردباز مصالحت میکنند آیا عمرو بواقع جرمے وستمے بحق زید کردہ بود یا زید حسب عادت بسیارے از مردماں مردم آزار خودش ظالم بود وخود شکایتش می خواست برتقدیر دوم استحقاق انتقام از سر نبود تقیید یمین بزبان انتقامش چہ معنی وبرتقدیر اول انچہ بمصالحت زائل میشود قصد انتقام نہ استحقاق او کہ بصلح جرم وستم کردہ ناکردہ نشود پس یمین چرا منتہی گردد اگر برجوع مجرم استحقاق انتقام برطرف شدے بایستے کہ عفو وتجاوز از تائب نہ عفو بودے نہ تجاوز بلکہ از ظلم او را باز داشتن وھو باطل قطعاً ولہذا نزد اہلسنت قبول توبہ واجب اصلی نیست تا آنکہ نزد ائمہ ماتریدیہ با آنکہ تعذیب مطیع را محال عقلی دانند در شرح مقاصد فرماید اما قبول التوبۃ فلایجب عندنا اذلا وجوب علی اللہ تعالٰی بازدلیل معتزلہ

فاقول (پس میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں) **اوّلاً** یہ کہ زید نے جو قسم کھائی کہ میں عمرو کو حاکم کے ہاں پیش کروں گا، اور پھر قسم کے بعد عمرو سے صلح کرلیتا ہے تو اب دیکھنا ہے کہ عمرو واقعی مجرم تھا اور اس نے زید کے حق میں ظلم کیا تھا یا زید بلاوجہ اپنی مردم آزاری کی عادت پوری کرنا چاہتا تھا تو دوسری صُورت میں قسم کی وجہ استحقاق انتقام ہرگز نہ ہُوئی کیونکہ عمرو کا کوئی جُرم ہی نہیں ہے تو اس صورت میں قسم کو استحقاقِ انتقام سے مقید کرنے کا کوئی مطلب نہیں، اور پہلی تقدیر پر کہ عمرو نے واقعی زید کے حق میں ظلم کیا تھا، تو پھر صلح کرلینے پر عمرو سے انتقام لینے کا قصد ختم ہوا نہ کہ اس سے انتقام کا استحقاق ختم ہوا کیونکہ زید کی صلح سے عمرو کا جرم تو ختم نہ ہُوا اور کردہ گناہ ناکردہ نہ بن سکا، تو جب جُرم باقی ہے تو استحقاقِ انتقام ابھی باقی ہے

ــــــــــــــــــــــــــــــ

[1] شرح المقاصد المبحث الرابع عشر فی التوبۃ دارالمعارف النعمانیۃ پاکستان ۲/ ۲۴۲

آوردہ فرمود اکثر المقدمات مزخرف بل ربما یدعی القطع بان من اساء الی غیرہ و انتهک حرماته ثم جاء معتذرا لایجب فی حکم العقل قبول اعتذارہ بل الخیرۃ الی ذٰلک الغیران شاء صفح وان شاء جازاہ[1] علی قاری درشرح فقہ اکبر گوید قبول التوبۃ وھو اسقاط عقوبۃ الذنب عن التائب غیر واجب علی اللّٰه تعالٰی بل کان ذٰلک منه فضلا خلافا للمعتزلۃ[2] پس بمصالحت سقوط یمین را وجہے نیست۔

تو قسم ختم نہ ہوگی، اگر مجرم کے رجوع کر لینے سے استحقاق انتقام ختم ہو جاتا ہو تو پھر مجرم کی توبہ اور رجوع پر معافی دینا اور درگزر کرنا کیا معنی رکھتا ہے بلکہ اس کی ضرورت ہی نہ رہے، بلکہ اب مجرم کو باز رکھنا بھی بے معنٰی ہو جائے کیونکہ جُرم تو خود بخود ختم ہو گیا حالانکہ یہ بات قطعًا باطل ہے، اسی بنا پر اہلسنّت کے نزدیک توبہ کو قبول کرنا واجب اصلی نہیں ہے حتی کہ اہلسنّت ماتریدیہ کے ہاں بھی یہی بات ہے حالانکہ وہ مطیع شخص کو سزا دینا محال عقلی جانتے ہیں۔ شرح مقاصد میں فرماتے ہیں کہ توبہ کو قبول کرنا ہمارے نزدیک واجب نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالٰی پر کوئی وجوب عائد نہیں ہو سکتا۔
اس کے بعد معتزلہ حضرات جو کہ اللہ تعالٰی پر توبہ کو قبول کرنا واجب جانتے ہیں کی دلیل ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کی دلیل کے مقدمات سب شعبدہ ہیں بلکہ ان کا دعوٰی بھی ایسا ہی ہے، کیونکہ یہ قطعی بات ہے کہ جو شخص کسی غیر سے بُرائی کرے اور اس کے حرمات میں دخل اندازی کرے پھر وُہ بُرائی کرنے والا معذرت خواہی کرے تو اس حق والے غیر پر بحکم عقل واجب نہیں کہ وُہ اس مجرم کی معذرت کو قبول کرے بلکہ اس غیر کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ معاف و درگزر کر دے یا اس کو سزا دے، ملّا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں فرمایا ہے کہ توبہ کو قبول کرنا بایں معنٰی کہ توبہ کرنے والے سے اس کے گناہ کی سزا کو ساقط کر دینا، یہ اللہ تعالٰی پر عقلًا واجب نہیں ہے بلکہ توبہ کو قبول کرنا محض اللہ تعالٰی کا فضل ہے، اس میں معتزلہ مخالف ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ صلح سے قسم کے ساتھ ساقط ہونے کی کوئی وجہ نہیں بنتی۔ (ت)

ثانیًا علماء مسئلہ شکایت را یک جزئیہ نوشتہ اند زن را گفت اگر ہر بدی شناعت کہ در دنیا است از تو پیش برادرت نگویم بر تو طلاق اینجا تصریح فرمودہ اند کہ تا انواع بدی ملے کہ

ثانیًا کہتا ہوں کہ علماء کرام نے شکایت کے متعلق ایک مسئلہ ذکر فرمایا ہے کہ 'ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا "اگر دُنیا کی ہر بدی کو تیری طرف منسوب کرکے تیرے بھائی سے شکایت نہ کروں تو تجھ پر طلاق ہے"'

---

[1] شرح المقاصد المبحث الرابع عشر فی التوبۃ دار المعارف النعمانیہ پاکستان ۲/۲۴۲
[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر التوبۃ وشرائطہا مصطفی البابی مصر ص ۱۵۵

درکمینگاں و دُزداں ومکاراں وخُونریزاں می باشد اززن برادرش نگوید از سوگند برنیاید او اقل انہا سہ نوع بدی ست وہرگز نگفتند کہ چوں قصد انتقام یا استحقاق آورد و باہم آشتی کنند یمین منتہی شود باآنکہ تصریح نمودہ اند کہ باِبرار ایں سوگند بزہ کار شود وازیں گناہ توبہ را فرمودہ اند کہ بعد شکایت برادر گوید ایں ہمہ ازجہت سوگند پیش میگفتم ورنہ زن ازینہا مبراست اگر پیش از شکایت اوراخبر دہد کہ حفظ سوگند را چیزہائے بے اصل بتو خواہم گفت سود ندہد کہ بعد ازیں سخن بربدی کہ گوید بربدی نسبت کردہ زن نبود درخانیہ وخلاصہ و بزازیہ وغیرہاست رجل قال لامرأتہ ان لم اقل عنك مع اخيك بكل قبيح فی الدنيا فانت طالق، قالوا ان قال مع اخيها عنها بما هو من اخلاق اللئام واللصوص والخادعين والقاتلين يصير بارا فی يمينه ويأثم بذٰلك ويمينه هذه تقع علی الكثير من ذٰلك و اقله ثلثة انواع من القبح، وقال الفقيه ابو الليث رحمه الله تعالٰی ينبغی للحالف ان يقول عند الاخ بعد ما قال من القبائح انما قلت ذٰلك

یہاں علمائے نے یہ تصریح کی ہے کہ اس قسم کے بعد خاوند کمینے لوگوں، چوروں، مکاروں اور خُونریزی کرنے والوں میں پائی جانے والی بدیوں کو بیوی سے منسوب کرکے اس کے بھائی سے جب تک شکایت نہ کرے گا وہ قسم سے بَری نہ ہوگا اور کم از کم ان بدیوں میں سے تین ضروری ہوں گی، یہاں علماءِ کرام نے یہ ہرگز نہیں فرمایا کہ خاوند اپنی بیوی سے انتقام کا قصد کئے ہُوئے تھا یا وہ بیوی کو انتقام کا مستحق قرار دیئے ہُوئے تھا تو اب اگر آپس میں صلح کرلیں تو قسم ختم ہوجائے گی کیونکہ قصد انتقام یا استحقاق انتقام ختم ہوگیا ہے، بلکہ انھوں نے اس شکایت کو گناہ قرار دینے کے باوجود فرمایا کہ وہ اپنی قسم کو پُورا کرنے کیلئے یہ گناہ کرے اور پھر شکایت کے بعد اس گناہ سے توبہ کرے۔ اور بھائی سے شکایت کرنے کے بعد اس کو کہہ دے کہ میں نے یہ باتیں قسم کو پُورا کرنے کے لئے کی ہیں ورنہ بیوی ان بدیوں سے بَری ہے، اور شکایت کرنے سے قبل بھائی کو یہ عذر نہ بتائے، اگر اس نے شکایت سے قبل بھائی کو اطلاع دے دی کہ میں قسم کو پُورا کرنے کے لئے تجھ سے بیوی کے متعلق بے اصل باتیں کروں گا، تو قسم سے بَری نہ ہوگا، کیونکہ شکایت سے قبل یہ بات بتادینے میں بیوی سے متعلق بدی کی شکایت نہ رہے گی۔ خانیہ، خلاصہ، بزازیہ وغیرہا میں ہے کہ ایک شخص نے بیوی کو کہا کہ "اگر میں تیرے بھائی کو یہ شکایت نہ کروں کہ تیری بہن میں دُنیا کی تمام قبیح باتیں ہیں تو تجھے طلاق ہے" تو فقہاءِ کرام نے اس پر فرمایا کہ " اگر اس شخص نے بیوی کے متعلق اس کے

لاجل الیمین وھی بریئۃ عن ذٰلک فیکون ھذا الکلام توبۃ منہ عما قال فیھا ویکون بارًا[1]، در نوازل وتاتارخانیہ وہندیہ ست ولو قال لہ قبل ذٰلک لا یجوز لانہ لایکون بعد ذٰلک قول قبیح[2] نظر کنید ایں جا یک پہلو گناہ بود ودگر سو طلاق و ایں مبغوض ست وآں مغضوب وآشتی محبوب و شرعًا مطلوب اگر کار با وکشودے بما رأیتمو ہموں بودے واجب بودے کہ زن وشوئے بہم آمیزند واز سر جنگ وپرخاش برخیزند تا از مبغوض ومغضوب ہر دو پرہیزند اما نگفتند وایں راہ آسان نرفتند پس روشن وعیاں شد کہ آشتی رافع یمین نتواں شد وخود علامہ را ایں جا اطمینان نفس نبود کہ می گوید واختشیٰ علیہ من الشکایۃ اگر یمین بدلالت حال متقید بجائے سزاواری سزا شدے ولبعد صلح آں سزاواری نماندے زوال یمین واجب بودے گو از شکایت ترس آزارے مباش مگر علامہ خواست کہ سقوط یمین را عذرے پدید آرد وپیداست کہ سوگند پروائے سود وزیاں کسے ندارد اگر زید سوگند خورد کہ زد اعمرو را تو اہد گشت بے گناہے عمرو شفیع سقوط حلف نگردد بلکہ بر زید فرض بود کہ سوگند شکند وکفارہ ادا کند وباللہ التوفیق۔

بھائی کو کمینے، چوروں، مکاروں اور قاتلوں میں پائی جانے والی بدیاں بتائیں تو وہ قسم سے بری ہوجائیگا اور ایسا کہنے پر وہ گنہ گار ہوگا، اس کی قسم کثیر بدیوں کے متعلق ہے جن میں سے کم از کم تین بدیاں بھائی کو بتانا ضروری ہوگا، اور فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ تعالٰی نے یہاں فرمایا کہ قسم کھانے والے شخص کو چاہئے کہ وہ بھائی کو بدیوں کی شکایت کرنے کے بعد کہے کہ میں نے آپ سے باتیں قسم کو پورا کرنے کے لئے کی ہیں ورنہ تمہاری بہن (بیوی) ان بدیوں سے بری ہے، تو شکایت کے بعد یہ حقیقت بیان کرنا اس کی طرف سے توبہ قرار پائیگی، اور قسم اور گناہ سے بری ہوجائے گا۔ نوازل، تاتارخانیہ اور ہندیہ میں مذکور ہے کہ اگر شکایت سے قبل بھائی کو حقیقت سے آگاہ کردیا تو قسم سے بری نہ ہوگا کیونکہ حقیقت سے آگاہ کرنے کے بعد بیوی سے منسوب بدیوں کی شکایت نہ بنے گی، آپ غور کریں کہ یہاں ایک پہلو گناہ کا ہے اور دوسری تکلیف دہ چیز طلاق ہے، طلاق مبغوض چیز ہے اور گناہ مغضوب چیز ہے جبکہ صلح وآشتی محبوب اور شرعًا مطلوب چیز ہے، اگر معاملہ وہی ہوتا جو آپ سمجھ رہے ہیں تو یہاں پر خاوند اور بیوی کی آپس میں صلح کرنا اور لڑائی اور ناراضگی کو ختم کرنا واجب ہوتا جس کی بناء پر مبغوض اور مغضوب دونوں سے پرہیز ہوسکتا تھا لیکن فقہاء نے ان سے بچنے کے لئے یہ آسان راستہ نہ بتایا، تو واضح طور پر

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں باب التعلیق نولکشور لکھنؤ ۲/۲۲۶
[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۴۵

معلوم ہُوا کہ صلح قسم کو ختم نہیں کرسکتی اور خود علامہ سائحانی رحمہ اللہ اس بات میں مطمئن نظر نہیں آتے اسی لئے انھوں نے صلح اور زوالِ قصدِ ضرر کے ساتھ، شکایت کرنے سے خطرہ، کی بات کی ہے، کیونکہ اگر قسم دلالتِ حال کی وجہ سے استحقاق سزا کی بقاء کے ساتھ مقید ہوتی اور صلح کے بعد وہ استحقاق انتقام ختم ہوجاتا ہو تو پھر قسم کا ساقط ہوجانا لازم ہوتا اگرچہ شکایت کرنے سے خطرہ نہ بھی ہوتا مگر علامہ مذکور نے شکایت سے خطرہ کو قسم کے سقوط کے لئے بنانا چاہا، حالانکہ ظاہر ہے کہ قسم میں کسی کے نفع ونقصان کی پروا نہیں ہوتی، مثلاً زید نے قسم کھائی کہ وہ عمرو کو مارے گا، تو عمرو بے گناہ ثابت ہوجائے تو اس کی قسم ساقط نہ ہوگی بلکہ زید کو اپنی قسم کی وجہ سے لازم ہوگا کہ وہ قسم کو توڑ دے اور کفارہ دے، وباللہ التوفیق۔ (ت)

شبہہ سابعہ بخانہ گزاشتن دوگونہ است موافقہ کہ برضائے پدر باشد ومخالفۃ کہ بے رضائے او وشک نیست کہ حال برارادۂ قسم دوم دال ست یعنی خلاف مرضی من بخانہ نگزاری وایں جا واقع قسم اول ست پس شرط حنث متحقق نشد۔

ساتواں شبہہ کہ بیٹے کو گھر میں چھوڑنا دو طرح ہوسکتا ہے ایک موافقت کے طور پر کہ باپ کی مرضی سے ہو، اور دوسرا مخالفت کے طور پر کہ والد کی مرضی کے بغیر ہو، جبکہ قسم کے ارادے کا موجب دوسرا احتمال ہے یعنی والد کی قسم کا مطلب یہ ہے کہ اس کو میری مرضی کے بغیر گھر میں نہ چھوڑنا، اور یہاں واقعہ کا تعلق پہلی صورت سے ہے کہ باپ کی رضامندی سے بیوی نے بیٹے کو گھر میں چھوڑا ہے لہذا قسم کے ٹوٹنے کی شرط نہ پائی گئی۔ (ت)

اقول اولاً زید بر رفتن زن بخانہ عمرو راضی نباشد زن را باز دارد و سر ننہد گوید ان دخلت الدار فانت طالق ثلثا آیا ہیچ شنیدہ کہ حنث دریں یمین موقوف بر عدم رضائے زید ماند تا آنکہ اگر زید گاہے خودش راضی شدہ زن را دستوری دہد باز بدخول طلاق نیفتد حاشا بلکہ تا حیات زن وشو ایں تعلیق ہیچ گاہ زوال پذیر نیست تا بحصول شرط نزول جزا نشود تا آنکہ اگر زید زن را یک طلاق دہد و بگزارد

اقول (جواب میں کہتا ہوں کہ) **اولاً** زید اگر اپنی بیوی کو عمرو کے گھر سے روکنے کی کوشش کرے اور بیوی باز نہ آئے تو زید قسم کھائے کہ اگر تو عمرو کے گھر میں داخل ہوئی تو تجھے تین طلاقیں، تو کیا آپ نے کبھی یہ سنا ہے کہ یہ قسم زید کی ناراضگی میں عمرو کے گھر داخل ہونے سے ٹوٹے گی، حتی کہ اگر زید خود راضی ہوجائے اور بیوی سے معاملہ بحال کرلے تو کیا اس کے بعد بیوی وہاں داخل ہو تو طلاق نہ ہوگی، ہرگز ایسا نہیں بلکہ یہ قسم خاوند اور بیوی کی زندگی بھر کے لئے ہے اور قسم میں مذکور طلاق کی

که عدت بگزارد باز زن دراں خانه پائے نهد جزا از فرو د آید ومحل ندیده رائگاں رود که زید بلاتحلیل او را بزنی تواں گرفت پس ازاں زن بر قدر خواهد برضائے زید یا بے رضائے او بآں خانه رود طلاق نشود که یمین یکبار منحل شد کما تقدم عن السراجیة و الهندیة۔

شرط ختم نہ ہوگی جب تک شرط پائے جانے پر جزا لازم نہ ہوجائے جس کا حیلہ یہ ہے کہ خاوند بیوی کو ایک طلاق دے کر چھوڑ دے اور عدت پوری ہوجائے تو اس کے بعد بیوی عمرو کے گھر داخل ہو تو اس وقت جزا یعنی طلاق پڑے گی لیکن اس وقت بیوی طلاق کا محل نہ ہونے کی وجہ سے وہ طلاق لغو ہوجائے گی، اور اب زید یعنی خاوند کو اختیار ہوگا کہ وہ بغیر حلالہ بیوی سے دوبارہ نکاح کرلے تو اس دوبارہ نکاح کے بعد بیوی چاہے تو عمرو کے گھر داخل ہوسکے گی زید کی رضا سے یا بغیر رضا کے داخل ہو اب طلاق نہ ہوگی کیونکہ ایک دفعہ شرط پائے جانے پر قسم ختم ہوچکی ہے جیسا کہ سراجیہ اور ہندیہ کے حوالہ سے گزرچکا ہے۔ (ت)

ثانیاً اگر سوگند باکراه امور نامرضیه حالف باشد متقید بعدم رضا شود ان خرجت فانت طالق بعینه نهد ان خرجت الا باذنی او برضائی فانت طالق بود و ایں خلاف اجماع و تصریحات جمله کتب ست۔

ثانیاً یہ کہ لازم آئے گا کہ ناپسندیدہ امور پر قسم کھائی جائے تو وہ قسمیں ناپسندیدگی سے مقید ہوجائیں کہ رضامندی پائی جائے تو قسمیں ختم ہوجائیں مثلاً خاوند ناراضگی میں بیوی کو کہے کہ اگر تو باہر جائے تو تجھے طلاق ہے، یا اسی طرح یوں کہے اگر تو میری اجازت یا میری رضا کے بغیر باہر جائے تو تجھے طلاق ہے، تو لازم آئے گا کہ ان دونوں باتوں میں فرق نہ ہو حالانکہ یہ اجماع اور تمام کتب کی تصریحات کے خلاف ہے (ت)

ثالثاً حل آں ست که دلالت حال بر آں ست که ایں کار خلاف مرضی حالف ست نه بر آں که منع تا خلاف مرضی ماندن ست و از انجو مقام خشم تا بحد توسط باشد انسان را تصور عواقب باز ندارد خودش داند که گنجائش رضا و زوال غضب باقی ست آنگاه امثال تعلیق شدید را مقید باذن میکند که بے دستوری من چناں نکنی و چوں خشم بمنتهی رسید رضا در وقتے آئنده را خیال هم پیرامون خاطرش نمی گردد و حکم

ثالثاً اس صورت میں دلالتِ حال یہ ہے کہ یہ کام مثلاً گھر میں چھوڑنا، قسم کھانے والے کی مرضی کے خلاف ہے اور یہ دلالت اس پر نہیں کہ اس کام سے منع یعنی گھر میں نہ چھوڑنا اس کی عدم رضا تک ہے۔ جہاں پر غصہ اور ناراضگی حدِ اعتدال میں ہو وہاں یہ غصہ انسان کو انجام سے بے خبر نہیں کرتا اور وہ جانتا ہے کہ غصہ اور ناراضگی ختم ہونے کی اور راضی ہوجانے کی گنجائش باقی ہے تو ایسے موقعہ پر شدید امور سے مشروط قسم کو اجازت سے مقید کیا جاتا ہے کہ میری

موید می کند پس تخصیص و تقیید مراد بودن درکنار غالباً جز تعمیم و تابید تصورے ہم بذہن نمی باشد و لہذا متقید باذن وغیرہ نمیکند پس معنی سخن آن نباشد کہ بخانہ گزاشتن تا خلاف مرضی من ست نکنی بلکہ مفہوم آن ست کہ بخانہ گزاشتن خلاف مرضی من ست زنہار نکنی و بریں تقدیر گو آیندہ مطابق مرضیش شود حکم مرتفع نشود کہ خلاف مرضی آن وقت بود نہ مرضی موہوم آیندہ وہرگاہ کند قطعاً خلاف مرضی وقت دیگر را خلاف مفہوم مباشش پس شرط حنث متحقق ست۔

مرضی کے خلاف یہ کام نہ ہو اور جب غصہ انتہائی ہوجائے تو رضا کے حال کو دل میں نہیں لاتا اور قسم میں حکم کو ابدی کردیتا ہے، پس اس موقعہ پر تخصیص وتقیید کو مراد بنانا تو درکنار وہ غالب طور پر تعمیم اور ابدی حکم کے سوا کسی چیز کا تصور تک نہیں کرتا اس لئے وُہ یہاں اجازت وغیرہ سے قسم کو مقید نہیں کرتا۔ پس یہاں قسم کا یہ مطلب نہیں ہوگا کہ میری مرضی کے خلاف تک اس کو گھر میں چھوڑنے کا عمل نہ کرنا بلکہ اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ اس کو گھر میں چھوڑنا میری مرضی کے خلاف ہے لہذا یہ عمل نہ کرنا، تو اس تقدیر پر بعد میں رضامندی سے بھی چھوڑے گی تو قسم کا حکم ختم نہ ہوگا کیونکہ قسم کے وقت مرضی نہ ہونے کا اعتبار ہے نہ کہ آئندہ موہوم مرضی کا اعتبار ہے بلکہ جب بھی یہ عمل ہوگا تو وہ اس قسم کی خلاف مرضی ہی میں ہوگا دوسرے وقت کی مرضی جو قسم کے مفہوم کے خلاف ہے میں نہ ہوگا، تو اس صورت میں قسم کا ٹوٹنا متحقق ہوجائے گا۔ (ت)

رابعاً اگر ازیں تدقیق گزریم غایت آنکہ ہر دو معنی محتمل باشد و در تقیید بدلالتِ حال شک نیست اما آنجا کہ در تقیید بدلالت حال شک نیست امر محتمل صالح تقیید نتواں شد کہ اطلاق لفظ یقینی ست والیقین لایزول بالشك ولہذا اگر زن شوئے راگفت تو برمن زنے گرفتہ شوئے گفت ھر زن کہ مرا ہست مطلقہ است ایں زن نیز طلاق شود اگرچہ بظاہر مقصود مرد ارضائے ایں زن مے نماید کہ اگر زنے جز تو گرفتہ ام اورا طلاق ست فاما محتمل کہ مقصود سزائے زن بود کہ چرا در حلال برمن خوردہ گرفتی و دلالت محتملہ بسندہ نیست آرے اگر نیت غیرش کردہ ست دیانۃً صحیح باشد در ہدایہ ارشاد می رود و اذا قالت المرأۃ لزوجہا تزوجت علیّ

رابعاً اگر تدقیق مذکورہ سے قطع نظر بھی کرلیں تو زیادہ سے زیادہ یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہاں اطلاق اور تقیید دونوں کے احتمال ہیں اور دلالتِ حال سے مقید ہونے کے احتمال میں شک نہیں ہے لیکن محض اس احتمال کی بنا پر قسم دلالتِ حال سے مقید نہ ہوگی کیونکہ قسم کے الفاظ میں اطلاق اور عموم ہے جو کہ یقینی ہے تو یہ یقین محض احتمال اور شک سے ختم نہیں ہوسکتا کیونکہ شک یقین کو زائل نہیں کرسکتا، اسی لئے مثلاً اگر بیوی خاوند کو کہے کہ تُو نے مجھ پر کوئی عورت دوسری بیوی بنا رکھی ہے تو خاوند جواب میں یُوں کہے کہ جو بھی عورت میری بیوی ہو اس کو طلاق ہے تو اس بیوی کو بھی طلاق ہوجائے گی۔ تو یہاں بظاہر خاوند کی قسم کا مقصد

فقال کل امرأۃ لی طالق ثلثا طلقت ھذہ التی حلفتہ فی القضاء ووجہ الظاھر عموم الکلام وقد یکون غرضہ ایحاشھا حین اعترضت علیہ فیما احلہ الشرع ومع التردد لایصلح مقیدا وان نوی غیرھا یصدق دیانۃ لاقضاء لانہ تخصیص العام[1] اھ باختصار ایں قدر بسندہ بود فاما توضیح مرام و زیارت و افادت را مثالے چند ازیں پہلو نیز برخوانیم کہ دلالتِ حال بحال احتمال معتبر نہ داشتہ اند (۱) ہمیں مثال ہدایہ (۲) آنکہ گزشت کہ اگر بر خروج زن یا بندہ مطلقاً سوگند خورد بے تقیید باذن متقید بزمان بقائے ملک نباشد اقول زیراکہ ممکن کہ مرد بندہ یا زن اورا رازے بود کہ بہ بروں شدن بروں افتد وحفاظلی وکوچہ گردی زن اہل غیرت را بعد بینونت نیز موجب عار شود مرداں گویند ایں زن فلان ست اگرچہ اطلاق بلحاظ ما کان ست بلکہ نخواہند کہ نخوابہ خود بعد فراق نیز بکنار دیگرے رود پس از جدائی ہم او را نگاہ دارند و تکفل نفقہ اش کنند باز تصدیق ایں معنی در حدیث یافتم عبدالرزاق در مصنفہ گوید انبأنا معمر عن الزھری قال سأل رجل صلی اللہ

اپنی اس بیوی کو راضی کرنا ہے کہ تیرے علاوہ کوئی اور بیوی ہو تو اس کو طلاق ہے، لیکن الفاظ کے پیشِ نظر یہ بھی احتمال ہے کہ وُہ اس بیوی کو اعتراض کرنے پر سزا دینا چاہتا ہو کہ اس نے میرے لئے حلال معاملہ میں کیوں مداخلت کی ہے تو ظاہر حال کی دلالت کا احتمال سند نہ بن سکے گا کیونکہ الفاظ میں عموم اور اطلاق ہے جو کہ یقینی ہے، ہاں اس احتمال کی بنا پر موجودہ بیوی کے علاوہ کسی دوسری بیوی کی نیت کا اظہار کرے تو دیانۃً اگرچہ معتبر ہوگی لیکن قضاءً معتبر نہ ہوگی، ہدایہ میں فرمایا ہے کہ جب بیوی خاوند کو کہے کہ تُو نے مجھ پر دوسری بیوی کر رکھی ہے تو خاوند اس کو جواب میں یُوں کہے کہ جو بھی میری بیوی ہے اس کو تین طلاقیں۔ تو اس قسم دلانے والی بیوی کو بھی طلاق ہو جائیگی، قضاءً یہی حکم ہوگا کیونکہ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ قسم کے الفاظ کا عموم ہے جبکہ ایسے موقعہ پر خاوند کی غرض بھی یہ ہوسکتی ہے کہ وہ بیوی کو اس کے اعتراض پر سزا دینا چاہتا ہے کہ اس نے شرعًا حلال کام پر اعتراض کیوں کیا ہے تو کلام کے عموم اور سزا دینے کی غرض کے احتمال کے باوجود کسی اور بیوی کی نیت کے احتمال کی وجہ سے یہ قسم دلالتِ حال سے مقید نہ بن سکے گی ہاں اگر دُوسری بیوی کی نیت کرے تو اگرچہ وہ دیانۃً معتبر قرار دی جائیگی لیکن قضاءً معتبر نہیں ہوگی کیونکہ یہ عموم میں تخصیص ہے جبکہ دلالتِ حال تخصیص نہیں کرسکتی اھ اختصارًا۔ اس مقصد کے لئے یہ مثال کافی ہے تاہم

---

[1] الہدایۃ کتاب الایمان باب الیمین فی البیع والشراء الخ المکتبۃ العربیہ کراچی ۲/ ۴۸۱

تعالٰی علیہ وسلم فقال الرجل یجد مع امرأتہ رجلا فیقتلہ فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الاتسمعون الٰی ما یقول سیدکم قالوا لاتلمہ یارسول اللہ فانہ رجل غیور واللہ ما تزوج امرأۃ قط الا بکرا ولا طلق امرأۃ قط فاستطاع احد منا ان یتزوجہا فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یابی اللہ الا بالبینۃ[1] اھ قلت والسائل ھو سیدنا سعد بن عبادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ولہذا سہ طلاق دفعۃً کہ گناہ بود وتفریق از مبغوض شرعی بے حاجت شرعی اکثار برو تازیانہ تحلیل مقرر فرمودہ اند وبر مجرد نکاح کفایت نمودہ تا باہم شہد ہمہ گر بچشند حکمتش ہماں ست کہ غیرت منداں از تثلیث طلاق باز مانند تا بہ تیس مستعار طوق عار نشود والعیاذ باللہ تعالٰی بخلاف آنکہ بے اذن من

وضاحت اور فائدہ کو زائد بنانے کے لئے اس پر مزید چند مثالیں پیش کرتا ہوں کہ محض احتمال کی صورت میں دلالتِ حال معتبر نہیں ہوتا، ہدایہ کی مثال کے بعد دوسری مثال یہ ہے کہ، جو پہلے گزرا کہ بیوی یا غلام باہر جانے کو تیار ہو تو اس موقعہ پر بیوی کو طلاق یا غلام کو آزادی کی علی الاطلاق قسم کھانا جو اجازت سے مشروط نہ ہو تو یہ قسم عام اور مطلق ہوگی اور ملک یا نکاح کی موجودگی سے مشروط نہ ہوگی، کیونکہ یہاں پر اگرچہ دلالتِ حال کی وجہ سے اس قسم کے مقید ہونے کا احتمال ہے لیکن یہ احتمال معتبر نہ ہوگا کیونکہ الفاظ میں عموم ہے اقول اس کے ساتھ یہ بھی ممکن ہے کہ قسم کھانے والے کا مقصد ہمیشہ کے لئے بیوی یا غلام کو باہر جانے سے روکنا ہو، کیونکہ ان کے پاس اس کا ایک ایسا راز ہے جو ان کے باہر جانے سے افشاء ہوجائے گا اور خفت اٹھانا پڑے گی یا بیوی کو ہمیشہ کے لئے باہر نکلنے سے روکنا مقصود ہو اگرچہ وہ نکاح سے باہر اور جُدا بھی ہوجائے کیونکہ غیرت مند لوگ اپنی مطلقہ کی عورت کی کُوچہ گردی پر بھی غیرت اور عار محسوس کرتے ہیں کہ لوگ کہیں گے کہ یہ فلاں کی بیوی ہے اگرچہ اس کی بیوی سابقہ زمانے کے لحاظ سے کہتے ہوں بلکہ غیرت مند اپنی مباشرت شدہ عورت کو فراق اور طلاق کے بعد بھی دوسرے کی مباشرت میں دیکھنے پسند نہیں کرتے، اس لئے طلاق مغلظ کے بعد بھی وہ اس کو اپنی نگرانی میں رکھتے ہوئے اس کے تمام اخراجات

---

[1] مصنف عبدالرزاق حدیث ۱۰۹۱۷ حبیب الرحمٰن الاعظمی بیروت ۹/ ۴۳۴

بیرون نرود کہ ولایت اذن بانتہائے ملک منتہی شود (۳) آنکہ گزشت کہ بے اذن زن زنے نکنم مقید ببقائے زوجیت نباشد **اقول** ازاں رو کہ مقصود غم نرسانیدن ست بزن و بار با باشد کہ بعد فراق نیز زناں بتزوج شوھر بزنے دیگر غمگین شوند ایام خود یاد مے آید و بجائے خود نشستن دیگرے رنج می رساند بخلاف آنکہ بے اذن زن بیروں نرود ایں متقید شود چنانکہ وجہش بالا نشستیم (۴) زن را با مردے بیگانہ چانہ زن دید سوگند خورد کہ اگر باز مرد بیگانہ چانہ زنی رسن زنی از گلو فگنی و بجانہ نوچہ نوکرست کہ باذن مرد آمد و رفت دارد و زن او را کارہائے خانگی می فرماید نیز پسر آں عم و عمہ و خالہ زن یا برادران مرد برضائے مرد مے آیند یا خود در ہمیں خانہ مے مانند و با زن سخن می شوند مرد بایں ہمہ راضی ست با ایں ھمہ اینہا بدلالت حال مستثنٰی نشوند و زن بعد سوگند اگر باآں نوکر یا ایں قریباں سخن گوید طلاقہ شود در جواھر الفتاوٰی باب چہارم فتاوٰی امام مفتی الجن والانس نجم الدین عمر نسفی قدس سرہ الصفی ست رجل رأی امرأتہ تتکلم اجنبیا فقال اگر پیش تو با مرد بیگانہ سخن گوئی فانت طالق فکلمت تلمیذ زوجھا لیس من محارمھا او کلمت رجلا ف

کی کفالت کرتے ہیں پھر اس مضمون کی تصدیق میں نے حدیث میں پائی ہے، مصنف عبدالرزاق میں فرماتے ہیں ہمیں معمر نے زہری سے خبر دی ہے انھوں نے فرمایا کہ ایک شخص نے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام سے سوال کیا اور عرض کی ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو پائے تو قتل کردے، تو حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا کہ کیا تم اپنے آقا کی بات کو نہیں سنتے کہ وہ کیا فرما رہا ہے تو اس پر دیگر اصحاب نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) اس شخص کو ملامت نہ فرمائیں کیونکہ یہ غیور شخص ہے خدا کی قسم یہ صرف باکرہ عورت سے نکاح کرتا ہے اور اس کی طلاق دی ہوئی عورت کو دوسرا کوئی بھی ہم میں سے نکاح نہیں کرسکتا۔ تو حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی قتل کی اجازت نہیں دیتا ماسوائے (قاضی کے ہاں اس کے خلاف) گواہ پیش کرنے کے، اھ،

قلت (میں کہتا ہوں) وہ سائل حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ تھے، اور اسی غیرت کی وجہ سے ایک ہی دفعہ تین طلاقیں دینا گناہ قرار دیا گیا ہے کہ شرعًا مبغوض چیز کو شرعی حاجت سے زائد استعمال کرنے پر حلالہ کی شرط کو سزا کے طور پر مقرر کیا گیا ہے اور اسی وجہ سے حلالہ میں دوسرے شخص سے صرف نکاح کو کافی نہ قرار دیا گیا بلکہ جب تک ایک دوسرے کے مزے کو نہ چکھ لیں حلالہ مکمل نہیں ہوسکتا، یہ اس لئے تاکہ غیرتمند لوگ تین طلاقیں دینے سے باز رہیں اور خواہ مخواہ دوسرے شخص کی مجامعت کو اپنے گلے میں

هذه الدار بينهما معرفة ولکن لا محرمیة بینهما او کلمھا[عہ] رجل من ذوی الارحام و لیس من محارمھا فانہ یقع الطلاق[1]

اقول زیرا کہ محتمل ست کہ مرد باعتماد زن پیش ازیں روا دارا نیہا بود چوں وید کہ با اجنبی محض ہم سخن می شود درسنش تنگ تر کشید و با نامحرم سخن گفتن مطلقا منع کرد پس اطلاق لفظ را تقییدے تحققین متعین نشد، و باللہ التوفیق۔

نہ ڈالیں، والعیاذ باللہ۔ اس کے برخلاف اگر قسم کو اجازت سے مشروط کیا ہو تو پھر اجازت کی ولایت ختم ہوجانے یعنی نکاح ختم ہوجانے پر قسم ساقط ہوجائیگی (۳) وہ جو گزرا کہ خاوند نے بیوی سے کہا کہ تیری اجازت کے بغیر دوسری عورت کو بیوی نہ بناؤں گا، تو یہ قسم موجودہ بیوی سے نکاح کی حالت سے مختص نہ ہوگی (بلکہ اس بیوی سے نکاح ختم ہونے کے بعد بھی اس کی اجازت ضروری ہوگی) اقول (میں کہتا ہوں کہ) اس قسم کا مقصد بیوی کو پریشانی سے بچانا ہے ——— کیونکہ بیوی کی پریشانی صرف نکاح کی حالت سے مختص نہیں کیونکہ بار ہا ایسا ہوتا ہے کہ فرقت کے وقت بھی عورتیں سابقہ خاوند کی دوسری شادی سے غمگین ہوتی ہیں، اپنا وقت یاد کرکے اپنے بجائے دوسری کو رہتی دیکھ کر رنج پاتی ہیں، ——— (غرضکہ چونکہ بیوی کی پریشانی دوسری عورت کی وجہ سے صرف حالتِ نکاح سے مختص نہیں بلکہ جدائی کے بعد بھی اس چیز پر وہ پریشان ہوتی ہے لہذا اس پریشانی سے بچانا حالتِ نکاح کے بعد بھی ہوسکتا ہے لہذا یہ قسم بیوی سے فراق کے بعد قائم رہے گی) اس کے برخلاف اگر خاوند قسم کھائے کہ تو میری اجازت کے بغیر باہر نہ جائے گی تو یہ قسم حالتِ نکاح سے مقید ہوگی جیسا کہ اس کی وجہ پہلے ہم بیان کرچکے ہیں۔ (۴) بیوی کو غیر شخص سے بے تکلف باتیں کرتے ہوئے پائے تو اس وقت قسم کھائے کہ اس کے بعد اگر تو نے بیگانے مرد سے بات کی تو نکاح کی رسی تیرے گلے سے نکل جائے گی یعنی تجھے طلاق ہوگی، جبکہ گھر میں نوکر چاکر ہیں جو خاوند کی اجازت سے گھر میں آتے جاتے ہیں جن کو بیوی گھر کے کاموں کے متعلق ہدایات دیتی ہے

عہ اقول والاولی کلمت رجلا لان الحنث بکلامھا لا بکلام غیرھا اذا لم تجب ۱۲ منہ۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہاں بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے عورت نے اس مرد سے بات کی۔ کیونکہ عورت کے بات کرنے سے قسم ٹوٹے گی کسی دوسرے کے کلام کرنے سے نہ ٹوٹے گی بشرطیکہ عورت غیر کو جواب نہ دے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] جواہر الفتاوٰی کتاب الایمان

یوں ہی بیوی کے چچا یا پھوپھی زاد یا خالہ زاد یا خاوند کے بھائی خاوند کی اجازت سے گھر آتے ہیں یا اسی گھر میں رہتے ہیں اور بیوی اپنے خاوند کی رضامندی سے ان تمام حضرات سے بات کرتی رہتی ہے، اس دلالتِ حال کے باوجود یہ لوگ اس قسم سے مستثنیٰ نہیں ہوں گے بلکہ بیوی قسم کے بعد گھر کے نوکر یا ان مذکورہ قریبیوں سے بات کرے گی تو اس کو طلاق ہوجائے گی۔ جواہر الفتاوٰی کے باب چہارم میں امام مفتی جن والس نجم الدین عمر نسفی قدس سرہٗ کے فتوے ذکر کیے گئے ہیں جن میں یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کسی اجنبی کے ساتھ باتیں کرتی ہوئی پالیا تو اس نے قسم کھائی کہ اگر اس کے بعد تُو نے بیگانے شخص سے بات کی تو تجھے طلاق ہے، تو اس کے بعد بیوی نے خاوند کے غیر محرم شاگرد سے بات کی یا اس گھر میں آنے جانے والے واقف کار غیر محرم سے بات کی یا بیوی کے غیر محرم رشتہ دار شخص نے بیوی سے خود بات کرلی تو طلاق واقع ہوجائے گی۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہ اس لئے کہ قبل ازیں خاوند بیوی پر اعتماد کرتے ہوئے ان مذکور لوگوں کے بارے میں رواداری سے کام لیتا رہا، تو جب اس نے بیوی کو خالص اجنبی شخص سے باتیں کرتے ہوئے دیکھ لیا تو اس نے بیوی کی رسّی کو تنگ کرتے ہوئے مطلقاً ہر غیر محرم سے بات کرنا ممنوع قرار دیا تو اس احتمال کے ہوتے ہوئے یہ قسم دلالتِ حال کی وجہ سے مقید نہ ہوگی بلکہ یہ قسم اپنے الفاظ کے عموم پر باقی رہے گی اور ہر غیر محرم کو شامل ہوگی، اور توفیق من عند اللہ تعالٰی حاصل ہے۔ (ت)

شبہہ ثامنہ ازیں ہم درگذشتیم آخر کم نہ ازاں کہ موافقہ ومخالفہ دو نوع تخلیہ ست و ارادۂ یک نوع تخصیص عام ست کما حققہ فی الفتح ونیت تخصیص عام دیانۃً مقبول ست کما مر انفا عن الھدایۃ گو قضاءً پذیرا مباشد زن نیز بروا اعتبار نتواں کرد لان المرأۃ کالقاضی کما فی التبیین والفتح والشامی پس اگر نیت ایں خصوص کردہ باشد باید کہ عند اللہ حانث نشود در فتوٰی التفات بایں قید می بایست لان المفتی بالدیانۃ یفتی کما فی التنویر وغیرہ۔

آٹھواں شبہہ یہ کہ تمام مذکورہ احتمالات کو نظر انداز کردیں تب بھی کم از کم یہ گنجائش ضرور ہے کہ خاوند کی قسم میں موافق اور مخالف لاتعلقی کی دو قسمیں ہیں اور دونوں میں سے ایک احتمال کا ارادہ کرنا بھی ایک قسم کی تخصیص ہے جس سے عام کو خاص کیا جاسکتا ہے جیسا کہ فتح القدیر میں اس کی تحقیق موجود ہے، اور عام میں تخصیص کی نیت کرنا دیانۃً مقبول ہے جیسا کہ ابھی ہدایہ کے حوالے سے گزرا ہے، اگرچہ یہ تخصیص کی نیت قضاءً قابلِ قبول نہیں اور بیوی بھی ایسے معاملات میں قاضی کا حکم رکھتی ہے اس لیے بیوی بھی اس کو معتبر قرار نہیں دے سکتی جیسا کہ تبیین، فتح اور شامی میں ہے، پس اگر خاوند نے اپنی قسم میں اس تخصیص کی نیت کرلی ہو تو عند اللہ قسم نہ ٹوٹے گی،

جبکہ فتوٰی دیتے وقت اس قید وتخصیص کو پیشِ نظر رکھنا چاہئے، جیسا کہ تنویر وغیرہ میں ہے کہ مفتی کو چاہئے کہ وُہ دیانت پر فتوٰی دے۔ (ت)

اقول خیر ست دیانۃً نیز ایں نیت کار ندہد موافقۃ ومخالفۃ دو نوع تخلیہ نیست بلکہ دو وصف است ونیت وصفی خاص غیر مذکور معتبر نشود چنانکہ نسبت مردے استادہ سوگند خورد کہ بایں مرد سخن نگویم و آرزو کند کہ بایں مرد استادہ ایں نیت لغو باشد آرے اگر گوید بایں مرد استادہ سخن نزند ونیت تخصیص بوقت قیامش کند دیانۃً معتبر ست نہ قضاءً کہ وصف در حاضر لغو ست وصفت قیام داعی ترک کلام نیست ہمچناں اگر سوگند خورد کہ زن نکند و مراد زن ہاشمیہ یا ترکیہ یا عربیہ یا نسب دارے دیانۃً معتبر ست کہ ایں یک نوع زن ست واگر زن مکیہ یا ہندیہ یا عربیہ بالسکن نیت کرد معتبر نیست کہ ایں صفت زن ست وصفت بے ذکر بمسکن عام نظیر آن ست در فتح القدیر فرمود حلف لایسکن دار فلان وقال عنیت باجر لایصح حتی لو سکنھا بغیر اجر حنث بخلاف ما لو حلف لایسکن دارا اشتراھا فلان وعنی اشتراھا لنفسہ فانہ یصدق لانہ احد نوعی الشراء لانہ متنوع الی ما یوجب الملک للمشتری وما یوجبہ لغیرہ فتصح نیۃ احد

اقول (جواب میں کہتا ہُوں کہ) کوئی بات نہیں، کیونکہ دیانۃً بھی یہ نیت کارآمد نہیں ہے، قسم میں موافق اور مخالف یہ دونوں لاتعلق کی قسمیں نہیں ہیں بلکہ یہ لاتعلق کے دو وصف ہیں جبکہ دو وصفوں میں سے کسی غیر مذکور وصف کی نیت معتبر نہیں ہوتی جیسا کہ ایک شخص کھڑا ہو اس کے متعلق کوئی دوسرا یہ قسم کھائے کہ میں اس شخص سے بات نہ کروں گا، اور اب بعد میں کھڑے ہونے کے وصف کی بابت قسم کو بتائے تو یہ نیت لغو اور بیکار ہوگی، ہاں اگر قسم میں کھڑے ہونے کا ذکر کرتا اور قسم اس نیت پر کھاتا تو دیانۃً معتبر ہوسکتی تھی اگرچہ قضاءً یہ نیت معتبر نہیں ہے کیونکہ یہ قسم حاضر شخص کے متعلق ہے جبکہ حاضر میں وصف کا ذکر کارآمد نہیں اور پھر کھڑا ہونا ایسا وصف بھی نہیں ہے جو قسم کا داعی بن سکے اور بات نہ کرنے کی وجہ بن سکے، یُوں ہی اگر کوئی قسم کھائے کہ میں بیوی نہ بناؤں گا، تو اس سے اگر وُہ ہاشمی یا ترکی یا عربی یا کوئی خاص نسب والی عورت مراد لے تو یہ نیت دیانۃً معتبر ہوگی کیونکہ یہ عورت کے اقسام میں سے ایک قسم کی تخصیص ہے، اور اگر رہائش کے لحاظ سے کسی عربی یا ہندی یا مکی عورت کے بارے میں یہ نیت کرے تو معتبر نہ ہوگی کیونکہ یہ ایک خاص جگہ والی عورت کے متعلق ہے جو اس کی صفت ہے اور کوئی صفت ذکر کئے بغیر معتبر نہیں ہوسکتی، چونکہ قسم صرف عورت کے ذکر پر مشتمل ہے اس میں

النوعین بخلاف السکنٰی لانھا لا تتنوع لانھا لیست الا الکینونۃ فی الدار علی وجہ القرار وانما تختلف بالصفۃ ولا یصح تخصیص الصفۃ لانھا لو تذکر بخلاف الجنس، و کذا لو حلف لا یتزوج امرأۃ و نوی کوفیۃ او بصریۃ لا یصح لانہ تخصیص الصفۃ ولو نوی حبشیۃ او عربیۃ صحت فیما بینہ و بین اللہ تعالٰی لانہ تخصیص فی الجنس کأن الاختلاف بالنسبۃ الی الاباء اختلاف بالجنس و بالنسبۃ الی البلاد اختلاف بالصفۃ اھ[1] مختصرا۔

مسکنت (رہائش) کا ذکر نہیں ہے لہذا اس ذکر کے بغیر یہ قسم خیمہ والی عورت کو بھی عام ہے۔ فتح القدیر میں ہے، قسم کھائی کہ فلاں کے گھر سکونت نہ کروں گا، اور کہا کہ میری مراد فلاں کے گھر کرایہ پر نہ رہوں گا، تو یہ نیت صحیح نہیں ہے حتی کہ اگر اس کے گھر میں کرایہ کے بغیر بھی رہائش پذیر ہُوا تو قسم ٹوٹ جائے گی، اس کے برخلاف اگر یُوں قسم کھائے کہ "میں فلاں کے اس گھر میں سکونت نہ کروں گا جو اس نے خریدا ہے" اور کہتا ہے کہ خرید سے میری مراد وہ ہے جو اس نے اپنی ذات کے لئے خریدا ہو، تو اس نیت کو مان لیا جائیگا کیونکہ خریدنے کی یہ ایک قسم ہے خریدنے کی دو قسمیں ہیں، ایک وُہ جو اپنے لئے خریدا اور ایک وہ جو اس نے کسی دوسرے کے لئے خریدا ہو، تو قسم میں ان دو قسموں میں سے ایک قسم کی نیت درست ہے اس کے برخلاف رہائش (سکنٰی) کے اقسام نہیں ہیں، کیونکہ سکنٰی (رہائش) کا معنٰی یہ ہے کہ گھر میں بطور استقرار ہونا جبکہ اس رہائش کی صفات مختلف ہوسکتی ہیں اور صفات کی تخصیص صحیح نہیں ہے کیونکہ یہاں مذکور نہیں ہیں بخلاف جنس کے کہ اس کے تحت اقسام ہوتے ہیں (غرضیکہ اقسام کی تخصیص بغیر ذکر ہوسکتی ہے لیکن صفات کی تخصیص ذکر کے بغیر نہیں ہوسکتی) اسی لئے اگر کسی نے قسم کھائی کہ کسی عورت سے نکاح نہ کروں گا یعنی بیوی نہ بناؤں گا، تو اس قسم میں عورت کوفی یا بصرہ والی مراد لے تو صحیح نہ ہوگی کیونکہ یہ صفت کی تخصیص ہے۔ اور اگر اس قسم میں عورت سے مراد حبشی یا عربی عورت مراد لے تو صحیح ہے اور عند اللہ بھی یہ نیت صحیح ہوگی کیونکہ یہ جنس میں اقسام کی تخصیص ہے یہ اس لئے کہ جد اعلٰی کے اختلاف کے لحاظ سے نیت کرنا جنس کا اختلاف ہے اور شہروں کے اختلاف کی نیت یہ صفات کا اختلاف ہے اھ مختصراً (ت)

شبہہ تاسعہ ترک گاہے بمعنی ابقا آید قال اللہ تعالٰی وترکنا علیہ فی الاٰخرین سلام علٰی نوح

نواں شبہہ کہ چھوڑنا کبھی باقی رکھنے کے معنی میں آتا ہے، اللہ تعالٰی نے فرمایا: وترکنا علیہ فی الاٰخرین سلام علٰی نوح

[1] فتح القدیر باب الیمین فی الاکل والشرب مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۴۰۹

فی العٰلمین[1] ای ابقینا لہ ثناء جمیلا[2] کما فی مجمع البحار وغیرہ وابقا وجودی ست کہ بقاء وجودی ست۔

اقول ابقا کہ حی قیوم عز جلالہ میکند عند المحققین وجودی باشد امابناء علی مذہب امام اہلسنت القاضی ابی بکر الباقلانی والامامین امام الحرمین والرازی ان البقاء عین الوجود لا امر زائد علیہ فالابقاء ھو الایجاد واما بناء علی مذہب ائمۃ الکشف والشہود من تجدد الامثال فی کل شیئ حتی الجواھر فیکون الابقاء ایجاد الامثال کل حین ولہذا چنانکہ اطلاق باری وخالق بر غیر او سبحنہ نیست اطلاق قیوم نیز نتواں شد بلکہ علماء بر وے تکفیر کردہ اند در مجمع الانہر فرمود اذا وصف اللہ بما لا یلیق بہ او نسبہ الی الجہل او العجز او النقص او اطلق علی المخلوق من الاسماء المختصۃ بالخالق نحو القدوس والقیوم والرحمٰن وغیرھا یکفر[3] (ملتقطاً)

فی العٰلمین۔ بعد والوں میں ہم نے ان کی اچھی ثناء باقی رکھی، جیسا کہ مجمع البحار وغیرہ میں ہے، چھوڑنا، باقی رکھنے کے معنی میں وجودی چیز ہے کیونکہ بقاء وجودی ہے (ت)

اقول (میں جواب میں کہتا ہوں) ابقا (باقی رکھنا) حی وقیوم (جل جلالہ) کا فعل ہو تو محققین کے نزدیک وجودی ہے، اس لئے کہ امام اہلسنت قاضی ابوبکر باقلانی اور امام الحرمین اور امام رازی کے مذہب پر بقاء، عینِ وجود کا نام ہے اور وجود سے زائد کسی صفت کا نام نہیں ہے، لہذا 'باقی رکھنا' یہ ایجاد ہوگا جو کہ وجودی ہے، لیکن ائمہ کشف وشہود کے مذہب پر، بقاء، ہر چیز کی امثال کے تجدد کا نام ہے، لہذا 'ابقا' اس معنی میں ہر چیز حتی کہ جواہر کی امثال کو ہر لمحہ 'ایجاد' کرنے کا نام ہے، اس لئے جس طرح باری اور خالق جیسی صفات کا اللہ تعالٰی کے بغیر کسی اور کے لئے اطلاق جائز نہیں اسی طرح قیّوم کا اطلاق بھی غیر کے لئے جائز نہیں، بلکہ اس کا غیر اللہ پر اطلاق علمائے کرام کے ہاں کفر ہے۔ مجمع الانہر میں فرمایا کہ جو چیز اللہ تعالٰی کی شایانِ شان نہ ہو یا جہالت، عجز اور نقص کی نسبت اس کی طرف کرنا' یا وُہ صفات جو اللہ تعالٰی کے لئے خاص ہیں ان کا مخلوق پر اطلاق کرنا' جیسے قدوس، قیوم، رحمٰن وغیرہا صفات ہیں، تو یہ کفر ہے۔ لہذا یہاں بڑی

---

[1] القرآن الکریم ۳۷/ ۷۸ و ۷۹
[2] مجمع البحار تحت لفظ ترک نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۴۰
[3] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب المرتد ثم ان الفاظ الکفر داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۰

اینجا احتیاط عظیم باید کہ بعض مردم بایں مبتلا شدہ اند والعیاذ باللہ تعالٰی بالجملہ اینست بقائے الٰہی عزّ جلالہ فاما آنچہ از بشر ست جز ترک ازالہ نیست ولہذا اگر زرے در کیسہ نہاد و زن را گفت اگر چیزے ازو تا صبح باقی مانی طلاق باشی، زن ہیچ خرچ نکرد یا برخے بصرف آورد و برخے باقی داشت طلاقہ شود و آں نیست مگر بہ ابقاء و از زن نیاید مگر عدم انفاق پس ابقاء نبود مگر ہمیں عدم واگر فعلے بودے و زن خود دراں زر کارے نکردہ است تا آنکہ در کیسہ نہادن ہم بدست شوہر بود حنث نشدے، ہمچناں اگر زید بدست عمرو چیزے ببیع فاسد فروخت قاضی مطلع شدہ برافروخت وگفت اگر امروز ایں بیع شمارا باقی مانم فکذا آفتاب فرو رفت و قاضی حکم فسخ نکرد حانث شود پس ابقاء نبود مگر عدم فسخ واگر فعلے بودے و قاضی خود متعلق آں بیع کارے نکردہ است حانث نبودے، پس ظاہر شد کہ ابقائے بشری جز ترک ازالہ نیست اگر گوئی ابقا بفعل ہم تواں شد مثلاً زید را بخانہ آورد و بزنجیر بست ایں بستن کہ فعل ست ابقا شد۔

احتیاط کی ضرورت ہے، بعض لوگ اس بے احتیاطی میں مبتلا ہیں والعیاذ باللہ تعالٰی، خلاصہ یہ کہ اللہ تعالٰی کے باقی کرنے کا یہ حکم ہے، لیکن کسی انسان کا باقی رکھنا اور چھوڑنا، ازالہ کے ترک کا نام ہے، اس کے بغیر کچھ نہیں، اسی لئے اگر خاوند نے جیب یا تھیلی میں رقم رکھی ہو اور بیوی کو کہا "اگر تُو نے صبح تک اس میں سے کچھ باقی رکھا تو تجھے طلاق ہوگی" اب اگر اس نے اس میں سے کچھ خرچ نہ کیا یا کچھ کیا اور کچھ نہ کیا تو اس باقی رکھنے پر طلاق ہوجائے گی، تو اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ بیوی کا رقم کو باقی رکھنا صرف اور صرف یہ ہے کہ اس نے رقم کو خرچ نہ کیا، تو معلوم ہُوا کہ باقی رکھنا (خرچ نہ کرنا) عدم ہے، اگر القاء کوئی فعل ہوتا، اور بیوی نے اس رقم میں تصرف نہ کیا بلکہ صرف خاوند نے وہ رقم تھیلی میں رکھی ہو، تو پھر اس صورت میں قسم نہ ٹوٹتی۔ یُوں ہی زید نے عمرو کے ہاتھ کوئی چیز فاسد بیع کے طور فروخت کی تو یہ معلوم ہونے پر قاضی کو غصّہ آیا حکم جاری فرمایا کہ اگر آج تمہاری اس فاسد بیع کو باقی رکھوں تو یہ ہوگا، اب سورج غروب ہونے تک قاضی نے اس بیع کو فسخ نہ کیا تو حانث ہوجائے گا، تو یہاں بھی باقی رکھنا صرف 'فسخ نہ کرنے' کا نام ہے، اگر ابقاء (باقی رکھنا) کوئی فعل ہوتا تو حانث نہ ہوتا کیونکہ قاضی نے اس بیع کے متعلق کوئی فعل اور عمل تو نہیں کیا، تو معلوم ہوا انسان کا باقی رکھنا صرف کسی ازالہ کو ترک کرنے کا نام ہے۔ اگر تیرا یہ اعتراض ہو کہ کبھی ابقاء (باقی رکھنا) فعل سے بھی حاصل ہوتا ہے، مثلاً زید کو گھر میں لاکر زنجیر سے باندھ دیا، تو یہ باندھنا زید کو گھر میں باقی رکھنا ہے، جبکہ باندھنا فعل ہے۔ (ت)

اقول ایں فعل خود ابقاء نیست بلکہ

اقول (جواب میں کہتا ہوں کہ) باندھنے کا فعل

مستلزم اوست کہ منع زوال ترکِ ازالہ است مع شے زائد اگر گوئی در انتفائے ترک بر منع بالقول اکتفاء کردہ اند کما تقدم پس اگر زید را بست و بزبان میگوید بیروں شو باید کہ ترک متحقق نشود کہ نافیش موجود ست و ابقا یقیناً حاصل پس غیر ترک باشد۔

خود بخود ابقاء نہیں بنتا بلکہ ابقاء کو مستلزم ہوتا ہے کیونکہ اس فعل سے ازالہ کا ترک منتفی ہوتا ہے تو باندھنے میں ترکِ ازالہ کے ساتھ ایک زائد چیز یعنی رکاوٹ پائی گئی، جس میں ترکِ ازالہ پایا جاتا ہے۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ، ترکِ ازالہ کا خاتمہ، قولاً منع کرنے سے کافی ہوسکتا ہے، جیسا کہ پہلے گزرا ہے، تو اب زید کو گھر میں باندھ کر پھر اس کو کہا جائے تُو گھر سے باہر ہوجا، تو چاہئے کہ اس صورت میں ازالہ کا ترک متحقق نہ ہو، کیونکہ زبانی ترک کے باوجود، باندھنا اس ترک کی نفی ہے تو یقیناً ابقاء یعنی گھر میں باقی رکھنا، حاصل ہوگیا، تو یُوں یہ ترک، عدم کی بجائے ایک فعل کے وجود سے حاصل ہُوا، لہذا انفائی ابقاء، وجودی ہوگیا۔ (ت)

اقول بالا دانستی کہ اصل منع بقدر قدرت ست و بمجرد نہی ہنگام تعسرش بسندہ کنند پس آنکہ اخراج تو آنست و بیروں شو اکتفا کرد تارک باشد چہ جائے آنکہ ترک خروج بفعل کرد از و مجرد بیروں شو کہ صراحۃً ہزل و استہزاء است بلکہ گویا لفظ بے معنی است چہ کار آید پس ابقاء بحصول ترک حاصل ست و بستن امر زائد۔

اقول (جواب میں کہتا ہوں) اُوپر گزر چکا ہے، روکنا حسبِ قدرت مراد ہے، صرف قولاً اور زبانی روکنا وہاں مراد ہوتا ہے جہاں عملاً روکنا ممکن نہ ہو، لیکن جب عملاً روکا جاسکتا ہو تو وہاں محض زبانی روکنا اور یہ کہنا کہ باہر ہوجا، یہ روکنے کا ترک ہے اس پر مزید یہ کہ باندھنے کے فعل سے اس کو نکلنے سے روکنا اور پھر کہنا کہ باہر ہوجا' تو یہ صراحۃً مذاق ہے بلکہ اس موقعہ پر یہ کہنا بے معنی اور بیکار رہے، لہذا اس صورت میں ابقاء (باقی رکھنا) ترک سے حاصل ہوا اور باندھنے کا فعل اس سے زائد چیز ہے (تو ثابت ہُوا کہ لبشری ابقاء محض ترک کا نام ہے کسی وجودی چیز کا نام نہیں)۔ (ت)

شبہہ عاشرہ سلمنا کہ ترک را عدم امر بخروج بس ست فاما امر بعدم خروج نیز از وجوہ اوست پس ترک دو نوع شد و زیادت معنی در نوع خود قضیہ نوعیت ست پس حالف اگر بواقع ارادہ نوع اقوی کردہ باشد

دسواں شبہہ یہ کہ ہمیں تسلیم ہے کہ، ترک یعنی چھوڑنے کے لئے نکل جانے کا حکم نہ دینا کافی ہے لیکن نہ نکلنے کے حکم سے بھی ترک پایا جاتا ہے پس ترک کی دو قسمیں ہوگئیں، ایک نکلنے کا حکم نہ دینا، اور دوسری قسم، نہ نکلنے کا حکم دینا، اور ایک

بایدکہ دیانۃً معتبر شود گو پیش زن وسائر ناس مقبول مباش۔

قسم میں معنی کی زیادتی (حکم دینا) خود قسم کو پیدا کرتا ہے یعنی قسم ہونے کے منافی نہیں ہے، لہذا قسم کھانے والا اگر اقوٰی قسم یعنی زیادتی والی قسم کی نیت کرے کہ اس معنٰی کا ترک ہو تو طلاق ہوگی، تو دیانۃً یہ نیت قبول ہونی چاہیے، اگرچہ بیوی اور دوسرے لوگوں کے ہاں وُہ مقبول نہ ہو۔ (ت)

اقول عدم امر بخروج و امر بعدم خروج متقابل نیست کہ اول در ثانی موجودست و قسم قسیم نتواں شد آرے سکوت مطلق و تکلم با جنبی و تکلم بمنافی ہر سہ از وجوہ تحقق اوست فاما انواعش نتواں شد کہ تکلم وجودی ست نوعے از عدم چساں باشد پس مصداقش نیست مگر ہماں عدم امر بخروج و در سکوت محض چیزے با او نیست و در تکلمات مقارن بکلام ست و شے بمقارنات متنوع نشود و قاطع شغب آنست کہ در جملہ مسائل ترک کہ بالا گزشت علماء ازیں احتمال کہ مراد از و تکلم بمنافی مراد باشد اصلا خبر نداده اند پس روشن شد کہ او را مساغ نیست ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق الحمدللہ سخن بمنتہی رسید و دریں مسئلہ نازلہ ابانت علل و سد خلل و رد زلل بذروہ اقصے در ضمن او مسائل او کثیرہ و فوائد عزیزہ بوضوح پیوست پس بلحاظ تاریخ الجوھر الثمین فی علل نازلۃ الیمین نامش کردن مناسب ست، واللہ تعالٰی اعلم۔

اقول (میں جواب میں کہتا ہوں کہ) نکلنے کا حکم نہ دینا اور نہ نکلنے کا حکم دینا، یہ دونوں چیزیں آپس میں منافی نہیں ہیں کیونکہ پہلا معنٰی دوسرے معنٰی میں بھی موجود ہے (حالانکہ اقسام کا آپس میں ایک دُوسرے کے مبائن ہونا ضروری ہے) لہذا یہ دوٗ قسمیں علیحدہ علیحدہ نہ ہُوئیں۔ ہاں مطلق خاموشی، اجنبی گفتگو، اور منافی گفتگو، ان تینوں صورتوں میں ترک متحقق ہوجاتا ہے مگر یہ ترک کی قسمیں نہیں ہیں کیونکہ ترک عدم کا نام ہے اور گفتگو یعنی تکلم وجودی چیز ہے تو وجودی چیز عدمی چیز کی قسم کیسے بن سکتی ہے، تو معلوم ہوا کہ ترک کا مصداق صرف نکلنے کا حکم نہ دینا ہے، اور وہ سکوت جس کے ساتھ کوئی اور چیز نہ ہو اور مقام کلام میں وُہ کلام سے متقارن قرار پاتا ہے اور کوئی چیز اپنے متقارن کے ساتھ قسم نہیں بنتی۔ اس قیل وقال کا خاتمہ یُوں ہوجاتا ہے کہ ترک سے متعلق جتنے مسائل گزرے ہیں ان میں علماءِ کرام نے منافی گفتگو کے احتمال کو ذکر نہیں کیا، اور انھوں نے کہیں بھی یہ نہیں فرمایا کہ "نہ نکلنے کا حکم" بھی ترک ہے تو واضح ہوگیا کہ اس احتمال کا یہاں کوئی دخل نہیں ہے۔ تحقیق یوں مناسب ہے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے، الحمدللہ یہ بحث اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے قسم کے پڑنے میں یہ ایسی بحث ہے جس میں علتوں کی وضاحت، خلل کا سدِ باب اور غلطیوں کا ازالہ اعلٰی پیمانے پر ہُوا ہے اور اس بحث کے ضمن میں کثیر مسائل اور نادر فوائد بھی پائے گئے ہیں، پس تاریخی لحاظ سے اس کا نام الجوہر الثمین فی علل نازلۃ الیمین

رکھنا مناسب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

نوٹ: خادم آستانہ علیہ دار الافتا فقیر عبید النبی نواب مرزا قادری برکاتی رضوی غفرلہ ربہ القوی عرضہ دارد کہ اعلیحضرت شیخنا مجدد الملۃ دام ظلہ العالی پیش ازیں بتاریخ یازدہم محرم شریف ایں سوال را جوابے مختصر نوشتہ ارسال فرمودہ بودند کہ در کتاب الطلاق مرسوم گشت وبوجہ عروض تپ تفصیل را حوالت بر آئندہ فرمودند کہ بتوفیقہ تعالٰی ایں فتوی کتاب الایمان ست از مولٰینا و بالفضل اولٰینا جناب مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب شمس آبادی دام بالایادی بتاریخ ہفدہم ماہ مبارک محرم محترم نامہ دگر بزبان عربی آمد و درطے او فتوی دیوبندیاں تفصیل را لب براستدعا کشادند اینجا بعونہ تعالٰی فتوٰی مفصل پیش ورود ایں نامہ تکمیل یافتہ بود فتوائے دیوبند اگر چیزے بہ دلیل علیل گرایندے جوابش خود اینجا دیدے فامّا بتقلید کورانہ جناب گنگوہی صاحب عبارتے نگاشتہ نہ بدلیلے چنگ زد ہمیں مجتہدانہ بانگ بے آہنگ زدکہ اصلاً توجہ را نشاید آرے لطف جواب سفارشی مے شود کہ اورا ذکر کنیم تا بینند کہ مفتیان دیوبند چساں دربند دیوجہالت اند کہ سوال ہم نفہمند وجواب مجتہدانہ دہند۔

نوٹ: آستانہ عالیہ دار الافتاء کا خادم نبی پاک کا ادنٰی غلام فقیر نواب مرزا قادری برکاتی رضوی اللہ تعالٰی اس کا رب قوی اس کی مغفرت فرمائے، عرض کرتا ہے کہ ہمارے شیخ مجدد ملت اعلیحضرت دام ظلہ العالی نے قبل ازیں گیارہ محرم شریف کو اس سوال کا مختصر جواب لکھا اور ارسال کردیا جو کہ کتاب الطلاق میں شامل ہے اور بخار کے عارضہ کی بناء پر اس کا مفصل جواب آئندہ پر چھوڑدیا جبکہ استفتاء کا تعلق کتاب الایمان سے ہے جس کو مولانا بالفضل اولٰنا جناب مولوی غلام گیلانی صاحب شمس آبادی (زمانہ بھر زندہ رہیں) نے ارسال فرمایا، مولانا مذکور نے یہی سوال عربی زبان میں دوبارہ سترہ محرم الحرام کو بصورتِ خط بھیجا اور اس کے اندر دیوبندیوں کا تفصیل سے خالی فتوٰی بھی موجود تھا، اللہ تعالٰی کی توفیق اور مدد سے یہ تفصیلی مضبوط 'کتاب الایمان سے متعلق فتوٰی' مولانا مذکور کے دوسرے خط سے قبل پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا تھا، دیوبند کے فتوے میں اگر کوئی کمزور دلیل ہوتی تو بھی اس مفصل فتوے میں اس کا جواب نظر آجاتا، لیکن دیوبند کا فتوٰی تو محض گنگوہی صاحب کی اندھی تقلید ہے اس میں نہ کوئی حوالہ ہے نہ کسی دلیل کا سہارا ہے بلکہ وہی بے ڈھنگی مجتہدانہ بولی ہے جو ہرگز قابلِ التفات نہ تھی۔ ہاں تحقیقی جواب کی خوبی سفارش کرتی ہے کہ اس کو ذکر کردیں تاکہ دیکھنے والے معلوم کرسکیں کہ دیوبندی حضرات کس طرح دیوجہالت کی قید میں ہیں کہ وہ سوال کو سمجھے بغیر ہی اپنا اجتہادی جواب دے رہے ہیں۔ (ت)

(نامہ نامی جناب مولنا اینست)

الی الجناب المستغنی عن الالقاب بل الالقاب
مطروحه دون سدۃ الباب مجدد
الملة والاسلام والدین ناصر المسلمین
باعلاء اعلام الدین مزعج اصول
الکفرۃ والمبتدعة والفسقة والمضلین
بسط اللہ تعالیٰ ظلال فیوضهم علیٰ رؤس
المسترشدین الیٰ یوم الدین۔

امّابعد، فقد ورد الجواب المستطاب
مع المطلوبات من الرسالة والکتاب و
انکشف الستر والحجاب جزاکم اللہ تعالیٰ
خیر الجزاء بتعداد المخلوقات ماھو فوق
جو السماء وعلی الارض من الدواب
لکن کتب من مدرسة دیوبند علی خلاف
ذٰلک فمن لابد من الجواب المفصل المزیل
للارتیاب لیفتت توائب المخطی ویدسه فی
التراب ویرتفع الخلاف من البین باجلاب
المزین والتحاب وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه والاٰل
والاصحاب الیٰ یوم التناد لذوی الخیاب و
یوم الریان والشباب لذوی الحجة
واصحاب الاقتراب۔

العبد المذنب للاواہ الخامل الجانی
الآضی غلام گیلانی الشمس اٰبادی حفظه
اللہ تعالیٰ عن ایادی الاعادی۔

(مولانا مذکور کا خط یہ ہے)

القاب سے مستغنی بلکہ القاب جن کی چوکھٹ کے سامنے
پھینکے پڑے ہیں، مجدد الملت والاسلام والدین،
دین کے جھنڈے بلند، اور کفار، بدعتی حضرات، فساق
اور گمراہ لوگوں کے اصول وقواعد کو مٹانے میں مسلمانوں
کے مددگار کی خدمت میں، اللہ تعالےٰ قیامت
تک ان کے فیوض کے سائے کو رہنمائی حاصل کرنے
والوں کے سروں پر پھیلائے رکھے۔

امّا بعد، آپ کا جواب مستطاب مطلوبہ قرآن
احادیث وکتب کے حوالوں پر مشتمل موصول ہوا، حجاب
اور پردے اٹھ گئے، اللہ تعالےٰ آسمان اور زمین کی
مخلوقات کی تعداد کے برابر آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔
لیکن مدرسہ دیوبند سے اس کا خلاف لکھا گیا، لھذا
ضروری ہے کہ اس کا رد مفصل طور پر کیا جائے جو
شکوک کو ختم کردے تاکہ خطا کار کے دل کے خیالات
پراگندہ ہوجائیں اور اس کو مٹی میں دفن کردے اور
اس خلاف کو یہاں سے مقبول اور پسندیدہ امور کے
سبب ختم کردے۔ رسوا لوگوں کی ذلت، اور محبوب اور
اصحاب حجت لوگوں کی رونق وشباب کے دن (قیامت)
تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اللہ تعالےٰ کی
رحمتیں ہوں۔

منجانب گنہگار، پناہ کا خواستگار، پسماندہ
اور جنایت کا مرتکب بندہ غلام گیلانی شمس آبادی،
اللہ تعالیٰ اسے دشمنوں کے ہاتھوں سے محفوظ رکھے۔

سوال فتوائے عین سوال مذکور ست و سوال پارسی را بزبان ہندی جواب عجاب چناں :

دیوبند کے فتویٰ میں بعینہٖ اسی فتوے والا سوال مذکور ہے اور اس فارسی سوال کا عجیب جواب انھوں نے اردو (ہندی) میں دیا ہے، جو یہ ہے :

الجواب : زید جبکہ اپنے پسر سے راضی ہوگیا اور خود اُس کو گھر رکھا تو اس کی عورت پر اس صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی البتہ اگر زید اُس کو نکالتا اور اس کی زوجہ اُس کو رکھتی تو مطلقہ ہوتی فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند
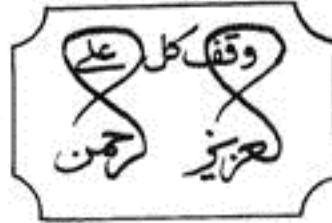
جواب پر اعلیٰحضرت کا تبصرہ

در سوال بود اگر بخانہ گزاشتی و در جواب میگوید "اس کو رکھتی" مساکین بے فہم کہ انجب اند گزاشتن و داشتن تمیز ندارند آنہارا گزاشتن بہ کہ داشتن باز حاصل ایں شبہہ ہماں شبہہ اولیٰ ست کہ مرد خود گزاشت نہ زن و ایں دون ترین شبہہ پیش پا افتادہ نیز ایجاد دماغ دیوبند نیست بلکہ بیچارہ مفتی مخلی از سائل آموخت کہ در عبارت سوال زید راضی شدہ در خانہ گزاشت ایمائے باو لیڈ بلے چوں دید کہ گزاشتن و منع نہ کردن بالیقین از زن نیز مستحق ست براہ گریزی گزاشتن را بداشتن بدل کرد تا ایواو جا دادن را بجائے ترک و تخلیہ نشاند و حرام خدا را حلال کردہ واو دیوبندیت از دیوبندیاں ستاند ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر

سوال میں تھا کہ "اگر تو گھر میں چھوڑے"۔ جواب میں دیوبندی کہتا ہے "اس کو رکھتی"۔ اس مسکین بے فہم مفتی کو یہاں چھوڑنے اور رکھنے کا فرق معلوم نہ ہوسکا، ایسے مفتیوں کو چھوڑنا بہتر یا رکھنا بہتر؟ پھر یہ شبہہ وہی ہے جس کو ہم نے شبہۂ اولیٰ کے طور پر ذکر کیا ہے کہ خاوند نے خود بیٹے کو گھر چھوڑا، بیوی نے نہیں چھوڑا، اور کمزور ترین اور حقیر سا یہ شبہہ دیوبندی دماغ کی ایجاد نہیں، بلکہ اس بیچارے نے یہ شبہہ سائل سے سیکھا جس نے اپنے سوال میں "زید نے راضی ہوکر بیٹے کو گھر میں چھوڑا" لکھ کر اشارہ دیا ہے، پھر جب اس مفتی نے دیکھا کہ چھوڑنا اور منع نہ کرنا بیوی سے یقیناً سرزد ہوا ہے، تو پھر گریز کرتے ہوئے اس نے "چھوڑنے" کو "رکھنے" میں بدل دیا تاکہ آنے کے موقعہ دینے کو ترک اور تخلیہ کی جگہ منطبق کر سکے،

خلقه محمد و آله واصحابه اجمعين
و آخر دعونا ان الحمد لله رب العلمين۔

یوں اس نے اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کو حلال بنا دیا،
دیوبندیوں کی دیوبندیت بن گئی، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ
العلی العظیم، وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین۔ (ت) (رسالہ ختم)